دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

بیاد: شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم حقانیہ

مدیر مسئول: مولانا سمیع الحق

علمائے دیوبند کی یادگار تحریریں

پون صدی قبل کے وہ علمی، ادبی و تاریخی مضامین کی نایاب دستاویز جو دار العلوم کے جرائد الرشید، القاسم میں چھپتے رہے۔ لیکن فی الوقت امتداد زمان و بعد مکان کی وجہ سے ان نایاب مضامین سے استفادہ کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ افادہ عام کیلئے دوبارہ ان مضامین کو ترتیب کے ساتھ شائع کیا گیا۔ ذیل میں چند اکابر اہلِ قلم اور چند نایاب تحریروں کا نمونہ دیا گیا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ
حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری صاحبؒ
شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ
مولانا سید مناظر احسن گیلانی صاحبؒ
حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ
حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحبؒ
حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحبؒ
حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین صاحبؒ
حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ
حضرت مولانا ظفیر الدین صاحبؒ
حضرت مولانا قاضی اطہر مبارکپوری صاحبؒ
حضرت مولانا محمد انظر شاہ کشمیریؒ
حضرت علامہ عبد الحئی لکھنوی حسنیؒ

المنجد کی غلطیاں ۔ ساٹھ برس پہلے کا دار العلوم
اسلام اور لباس ۔ تقریر علم و حکمت
چند یادیں چند باتیں ۔ علماء دیوبند کی علمی خدمات
ضرورت القرآن ۔ توحید القرآن ۔ اثر القرآن
معصیت اور اسکے ثمرات ۔ اسلام کی مقبولیت کے اسباب
ادب العرب ۔ الاحادیث الموضوعہ ۔ نبذات
مناظرہ (سرزمین بغداد میں ہونیوالے عجیب مناظروں کی داستان)
کسب معاش اسلام میں ۔ امثالِ عرب اور قرآن حدیث
فرائد علمیہ ۔ محبت کا انعام ۔ خصال الفطرۃ
الجنۃ والنار ۔ آخرت کی پہلی منزل ۔ اساطین امت
نام، لقب، کنیت کا اثر ۔ تعلیمات اسلام
معلم کا ادب متعلم پر واجب ہے ۔ مبدا و معاد
قاری محمد طیب صاحب کا ایک خط ۔ شیخ الاسلام مدنی قدس سرہٗ

اور ان جیسے دوسرے اکابرین کی ایسی ہی نایاب علمی تحریروں سے آراستہ ایک مفید کتاب جو کہ اہلِ بصیرت قارئین کے مطالعہ کے لئے ضروری ہے۔ پہلی دو جلدیں طبع ہو چکی ہیں باقی جلدیں زیرِ طبع ہیں۔ قیمت دو جلد اعلیٰ -/۴۵۰ روپے۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر روزگار کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب اردو شرح

کلیدِ مثنوی

جدید ایڈیشن، بڑی تختی میں

از: حکیم الامۃ مجدد ملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ وہ مقبول خاص و عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس سے دلچسپی لیتے ہیں مگر مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے اشعارِ مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس ادب رکھ کر مضامین کو حل کرنے والی اور کوئی شرح نہیں لکھی گئی۔ یہ عظیم شرح خوبصورت ۲۴ حصے ۱۲ جلدیں میں طبع ہو چکی ہے۔ تقریباً سات ہزار صفحات پر مشتمل قیمت کامل سیٹ :- ۳۰۰۰ روپے

انوار الباری شرح اردو صحیح البخاری

(از افادات حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) اردو زبان میں سب سے مفصل بخاری شریف کی شرح جو دوسری عربی اردو شروحات سے مستغنی کر دیتی ہے۔ کامل سترہ جلدیں پاکستان میں پہلی بار طبع۔ قیمت سیٹ :- -/۲۱۰۰ روپے

انوار البیان فی کشف اسرار القرآن

(از: مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب مہاجر مدنی) اردو زبان میں سلیس اور عام فہم سب سے مفصل اور جامع تفسیر۔ کامل دس جلد۔ پہلی پانچ جلدیں شائع ہو چکی ہیں قیمت فی جلد :- -/۲۵۵ روپے

ادارہ تالیفات اشرفیہ

بیرون بوہڑ گیٹ ۔ ملتان
فون: 40501-540513

مکمل فہرست مفت طلب فرماویں۔ اس اشتہار کی مکمل کتب منگوانے پر خصوصی رعایت دی جائے گی۔

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ـــ 33
شمارہ ـــ 5
شوال ۱۴۱۸ھ
فروری ۱۹۹۸ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

11/2/98

مدیر اعلیٰ	نگران	مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حافظ راشد الحق حقانی

ناظم شفیق فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز (مسلم ترکی میں مذہبی جماعتوں (رفاہ) اور اسلامی شعائر پر پابندی ۔ پاکستان شدید فرقہ واریت کی زد میں ۔ الجزائر میں انسانیت موت کے دروازے پر) ۔ــ (مدیر) ـــــ 2

آزادی وطن ـــ فرض ملی ـــــ حکیم محمد سعید ـــــ 6

اسلام میں انسانی حقوق کا تصور ـــــ محمد طیب مظہر گوجروی ـــــ 10

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی خدمت میں پانچ روز ـــــ راشد الحق سمیع حقانی ـــــ 27

اسلامی حکومتیں اور احتساب ـــــ لیکچرار محمد یونس میو ـــــ 33

اسلامی قوانین اور موجودہ دور ـــــ افسر حسن صدیقی ـــــ 46

دینی مدارس اور علماء کرام کے خلاف بین الاقوامی سازشیں ـ مولانا فضل علی حقانی ـــــ 49

افغانستان اور تحریک طالبان ـــــ مولوی محمد عبدالرحمان البازی ـــــ 52

عالم اسلام کے نام برما کے مسلمانوں کا کھلا خط ـــــ محمد موسیٰ رنگونی ـــــ 55

غزل ـــــ مرزا اسداللہ خان غالبؒ ـــــ 60

تبصرہ کتب ـــــ مولانا محمد ابراہیم فانی ـــــ 61

کمپیوٹر کمپوزیٹر:۔ سجاد خان

الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان ۔ فون :۔ 630340 ,630435 - (0923)

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/15 روپے سالانہ =/150 روپے ، بیرون ملک 20 امریکی ڈالر

پبلشر:۔ مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز

راشد الحق سمیع حقانی

مسلم ترکی میں مذہبی جماعتوں (رفاہ) اور اسلامی شعائر پر پابندی

بدنصیب ترکی پر گذشتہ ۷۴ برس سے سیکولرازم کی شب دیجور کی تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ آجکل اس کی تیرگی میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ گوکہ درمیان میں تھوڑے عرصے میں امید وتوقع کے ٹمٹماتے چراغ روشن ہوئے تھے۔ (رفاہ اور جناب نجم الدین اربکان کی شکل میں)۔ جنہوں نے طویل جدوجہد کے بعد ترکی میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز کردیا تھا۔ اور عالم اسلام کو یہ امید ہوگئی تھی کہ اب اس شب دیجور کا سیاہ پردہ آفتاب اسلام کے ضوفشانیوں سے چاک ہوجائے گا اور الحمدللہ یہ توقع پوری بھی ہوئی، جب جناب اربکان نے سیکولر ترکی میں اسلام کیلئے کئی اہم مفید اور مثبت دورس اقدامات کرنا شروع کیے۔ تو یورپ وامریکہ اور ترکی کے سیکولر فوجی جرنلوں اور عیاش بیورکریٹس نے آپکی راہ میں روڑے اٹکانا شروع کیے اور ہر لحاظ سے ایک جمہوری حکومت کو کمزور کیا گیا۔ اور بالآخر آپکی حکومت فارغ کرادی گئی، اور ایک عبوری حکومت کو اقتدار سونپ دیا اور جناب اربکان اور رفاہ پارٹی نے جو اقدامات کیے تھے انکے احکامات اوراقدامات کو غیر موثر کرنا شروع کردیا۔ ترکی میں تمام اسلامی مدارس اور مکاتب پر مکمل پابندی عائد کردی گئی اور سکول کالج کی طالبات پر اسلامی لباس پہننے کی مکمل پابندی لگادی گئی۔ پھر اسکے بعد رفاہ پارٹی کے دوراقتدار میں فوج اور بیورکریسی میں جو اسلامی ذہن رکھنے والے افراد اوپر آگئے تھے انکی تطہیر کی گئی۔ ان اقدامات کے بعد رفاہ پارٹی پر پابندی کی بازگشت مدت سے سنائی جارہی تھی۔ اور صاف کہا جارہا تھا کہ ہم یہاں پر اسلام اور قدامت پرست اور بنیاد پرستوں کو ٹکنے نہیں دینگے۔ چنانچہ ترکی کی سپریم کورٹ نے رفاہ پارٹی پر پانچ سال کیلئے پابندی عائد کردی اور اسی طرح اسکے رہنما جناب نجم الدین اربکان سمیت کئی دیگر رہنماؤں پر بھی سیاست میں پانچ سال کی پابندی لگادی گئی۔ گویا یہ انکو اسلام پر عمل پیرا ہونے کی سزا دی گئی جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رفاہ پر پابندی لگانے کے بعد اسکی طاقت ختم ہوجائے گی تو یہ انکی بڑی بھول ہے اور انکے کھر مغزی کی واضح دلیل ہے بلکہ رفاہ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے بوکھلاہٹ کا نتیجہ ہے۔ اسلام کو بھلا کون روک سکتا ہے؟۔ فطرت ہرگز نہیں دب سکتی۔

؎ اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے اتنا ہی یہ ابھریگا جتنا کہ دبادیں گے

ہمارا یہ پورا یقین ہے کہ آئندہ انتخابات میں اسلامی جماعتیں بھرپور قوت کے ساتھ ترکی میں برسراقتدار آکر سیکولر، لادین اور امریکہ ویورپ کی تمام سازشوں کو ملیامیٹ کردینگی۔ اور انشاء اللہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے ساتھ ہی خلافت اسلامیہ کا آفتاب جلوہ فگن ہوگا۔ وہ دیکھو استنبول و انقرہ کی

مساجد کی بلند میناروں پر ایک نیا سورج طلوع ہورہا ہے ۔ایک نئی صبح کیلئے اپنی آغوش کو وا کیے ہوئے ۔ وہ دیکھو عظمت رفتہ اور سلطنت عثمانیہ کی" مرحوم" یادگاروں پر رفاہ کی صورت میں مستقبل میں اسلام کی پھریرے اور پرچم بلند ہورہے ہیں۔اسلام اکیسویں صدی میں ترکی کے راستے دوبارہ نشاۃ ثانیہ کے ساتھ وقار وتمکنت کے فاتحانہ انداز میں داخل ہورہا ہے ۔ روم کے ویٹکن سٹی میں پاپاؤں اور ارباب کلیسہ پر خوف اور سکوت مرگ طاری ہورہا ہے۔ وہ دیکھو مستقبل قریب میں لینن وسٹالن کے مجسموں کی طرح کمال اتاترک کے مجسمے گراکر گلی کوچوں میں کھینچے جارہے ہیں ۔ خلافت کی قبا جن نادانوں نے" دانائی " میں چاک کردی تھی ۔ اسکی دوبارہ رفوگری کا عمل شروع ہوگیا ہے ۔ ترکی کو دوسرا الجزائر بنانے والوں گوش ہوش سے سن لو ! کہ تم اپنے مکروومذموم عزائم میں ناکام ونامراد رہوگے ۔ ترکی کے غیور مسلمان بھائیو ! یہ عارضی پابندیاں اور رکاوٹیں تمھارے بلند عزائم کی تکمیل میں سدراہ نہیں بنیں گی ۔بالآخر کامیابی تمھاری قدم چومے گی ۔

" ولاتخافوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔"

پاکستان شدید فرقہ واریت کی زد میں

گذشتہ دنوں لاہور میں رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں (مومن پورہ میں) جو قیامت نہتے شہریوں پر ٹوٹی تو اس نے ہر پاکستانی کو انتہائی افسردہ اور دل گیر کردیا ۔ اور یہ سوچنے پر مجبور ہوگئے کہ ہم کسی محفوظ ملک میں نہیں رہ رہے بلکہ ایک ویرانے اور جنگل میں بستے ہیں ۔ جہاں پر کوئی قانون ضابطہ اور کسی قسم کی حفاظت نہیں ۔ ہمارے بدقسمت ملک میں یوں تو ہزاروں مسائل ہیں لیکن اس وقت سب سے بڑا مسئلہ فرقہ بندی اور دہشت گردی کا ہے۔ خصوصاً گذشتہ کئی دہائیوں سے تو ملک کو قصاب خانے میں تبدیل کردیا گیا ہے۔ چند اشرار دہشت گردوں اور تخریب کاروں کے ہاتھوں پندرہ کروڑ مسلمانوں کو یرغمال بنادیا گیا ہے۔ یہ کہاں کا مذہب ومسلک ہے ؟جو انسان کو یہ تعلیم دے کہ اپنے مخالف کوہلاک کرکے جنت کا حقدار بن جائے۔موجودہ حکومت دہشت گردی سمیت تمام اہم مسائل میں مکمل طور پر فیل ہ ناکام ہوگئی ہے۔اصولاً ، اخلاقاً اور شرعاً اس حکومت کا مستعفی ہونا چاہیئے تھا ۔ شہر لاہور جو ماشاء اللہ وزیراعظم ، وزیراعلیٰ پنجاب، چیف جسٹس، چیف آف آرمی سٹاف بلکہ صدر مملکت سمیت سب کامشترکہ گھر ہےانکے ناک کے نیچے اسطرح کی بدترین دہشت گردی کا ہونا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہاں حکومت نام کی کوئی چیز نہیں۔گذشتہ سال جنوری میں ضیاء الرحمان

فاروقیؒ اور ان کے ساتھیوں اور کئی پولیس آفیسرز سمیت عدالت وقانون کے حفاظت میں قتل کردیے گئے۔ اور اسی طرح مولانا اعظم طارق صاحب کو بھی شدید زخمی کردیا گیا ملتان میں مسجد الخیر اور خیرالمدارس کے معصوم طلبہ کو بھی ہلاک کیا گیا۔ اسی طرح میلسی اور ملک کے دیگر حصوں میں اہل تشیع کے کئی بے گناہ افراد موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ اور پھر خصوصاً پنجاب میں جمعیت علماء اسلام کے ایک عظیم رہنما جناب ندیم اقبال اعوان ایڈوکیٹؒ سمیت کئی سنی العقیدہ افراد کو بے دردی کے ساتھ ہلاک کردیا گیا۔ اور حال ہی میں کراچی میں علامہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم جناب مولانا حبیب اللہ مختارؒ اور مولانا مفتی عبدالسمیع صاحبؒ بھی بدترین دہشت گردی کے شکار ہوئے۔ ان تمام مقتولین کے قاتلوں کو اگر گرفتار کیا جاتا یا پھر انکو قرار واقعی سزا دی جاتی تو ہرگز ملک میں دہشت گردی کی مزید وارداتیں نہ ہوتیں۔ ملک کی اس نازک اور حساس صورتحال میں ملی یکجہتی کونسل نے بڑا اہم کردار ادا کیا تھا۔ لیکن حکومت کی مسلسل سازشوں اور چند انتہا پسند جماعتوں اور ایک ادھ سیاسی جماعت کی عدم دلچسپی کے باعث اس کی اہمیت کو جان بوجھ کر کم کیا گیا۔ کیونکہ انکے مفادات اور ذاتی تشخص پر " ملی یک جہتی کونسل " کی وجہ سے اثر پڑتا تھا۔ باوجود منانے اور صلح کے دونوں فریق اور چند سیاسی جماعتیں " ملی یک جہتی کونسل " کی مصالحانہ کوششوں سے کنارہ کش ہیں۔ ہمارے خیال میں حکومت کی سرپرستی میں دہشت گردی کے روک تھام کیلئے جو بورڈ تشکیل دیے گئے ہیں انکی کوئی افادیت اور کوئی قدرومنزلت نہیں۔ کیونکہ اگر یہ بورڈز کارگر ثابت ہوتے تو یقیناً تخریب کاری نہ ہوتی۔ دہشت گردی کو روکنے کیلئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے مخلص علماء اور اکابرین امت کو اعتماد میں لے کر ان کے ذریعے سے مخلصانہ کوشش کی جائے۔ اس دہشت گردی کا ایک افسوسناک پہلو یہ ہے۔ کہ اس سے ہماری قومی اور ملی وحدت پارہ پارہ ہوگئی ہے۔ شیعہ سنی اختلافات تو صدیوں سے چلے آرہے ہیں لیکن اس طرح نفرت کی فضا پہلے قائم نہیں تھی۔ جس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اس کے پیچھے امریکہ اور بھارت واسرائیل کا خفیہ ہاتھ ہے۔ خدارا ! ان اختلافات کو ختم کیجئے۔ آخر کب تک آپ فاخرانہ انداز میں اپنے ہاتھ خون ناحق سے رنگین لئے پھریں گے ؟۔ ان کاروائیوں سے مساجد، مدارس اور امام بارگاہوں اور دیگر مذہبی مقامات پر بڑا برا اثر پڑا ہے۔ خدا کے گھر میں بھی ہمارے عہد میں کوئی محفوظ نہیں رہا۔ پھر حکومت کا سارا نزلہ مذہبی جماعتوں اور رہنماؤں پر گر رہا ہے۔ خداوندکریم سے دعا ہے کہ مملکت خداداد پاکستان کے عوام کو اتحاد اور اتفاق ویک جہتی نصیب فرمائے۔ (آمین)

الجزائر میں انسانیت موت کے دروازے پر

عالم اسلام کے ایک اہم جز الجزائر میں فوجی امروں کی حکومت کے سفاک جلادوں نے گذشتہ پانچ سال

کے دوران اپنے ہی ہم وطن مسلم بھائیوں کی خون کے ساتھ جو ہولی کھیلی ہے وہ ظلم کی تاریخ کا ایک منفرد باب ہے۔ اور خصوصاً رمضان المبارک میں جو کچھ کیا ہے اسکے سامنے چنگیز اور ہلاکو خان کے مظالم بھی ماند پڑگئے ہیں۔ کئی ہزار افراد صرف رمضان المبارک میں ہی انتہائی بے دردی کے ساتھ قتل کردیے گئے ہیں۔ یہ کیوں ہورہا ہے ؟ کون کر رہا ہے ؟ اور کس کی شہ اور سرپرستی میں یہ سب کچھ ہورہا ہے ؟ اس کا جواب سب کو معلوم ہے..... یہ پوری دنیا اور ان " قوتوں " پر آشکارہ ہوگیا ہے جنہوں نے عوام کے مینڈیٹ پر شب خون مارکر کرائے کے قاتلوں کو اقتدار سونپ دیا۔ جنہوں نے ان پانچ برسوں میں ایک محتاط اندازے کے مطابق سات لاکھ عوام کو ہلاک کردیا۔ اس کاروائی میں حکومت کی دہشت گرد تنظیم جی. آئی. اے. سرفہرست ہے۔ وہ جان بوجھ کر ان علاقوں میں یہ تخریب کاری کررہی ہے۔ جہاں پر اسلامی سالویشن فرنٹ کے ووٹرز کثیر تعداد میں رہتے ہیں۔ تعجب یہ ہے کہ امریکہ اور یورپ سارا الزام اسلامی سالویشن فرنٹ پر لگا رہے ہیں۔ حالانکہ الجزائر میں پریس اور صحافت پر کمل سینسر ہے۔ اور صرف حکومتی ذرائع ابلاغ اس قتل وغارت گری کی خبر دے رہے ہیں۔ جابر وظالم حکومت نے پریس کا گلہ دبانے کیلئے اس عرصہ میں تقریباً سو سے زائد ملکی وغیر ملکی صحافیوں، فوٹوگرافروں کو قتل کردیا ہے۔ چند انکشافات حال ہی میں ہوئے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو الجزائر کی ظالم حکومت کے کسی نہ کسی طرح حصہ رہے ہیں۔ ان میں کئی اہم پولیس اور آرمی کے آفیسرز اور صحافی موجود ہیں۔ مغرب کو اب ہوش آیا ہے کہ جب الجزائر میں انسانیت موت کے دروزے پر سسک رہی ہے۔ اس قدر مظالم تو فرانس نے الجزائر پر اپنے تسلط کے دوران بھی نہیں کیے تھے، جوکہ غیر مذہب اور استعمار کی علمبردار ہے۔ اس موقعہ پر عالم اسلام اور خصوصاً پاکستان کا کردار انتہائی شرمناک اور تکلیف دہ ہے۔ کہ اس سفا کی ظلم بربریت اور دہشت گردی پر خاموش ہے۔ عرب لیگ او آئی. سی. کا کردار بھی انتہائی شرمناک اور ذلت آمیز ہے۔ ان تمام قوتوں کی تحریکات صرف نمائشی اور بیانات تک محدود ہیں۔ ان خون آشام واقعات کے خلاف تمام عالم اسلام کو یک زبان ہوکر الجزائری حکومت سے بازپرس کرنی چاہیئے۔ اگر ہمیں اقوام متحدہ یا امریکہ ویورپ سے " انصاف " یا مداخلت کی توقع ہے تو یہ خیال خام ہے اسلیئے کہ یہ سب کچھ کیا کرایا ان ہی قوتوں کا نتیجہ ہے۔ نجانے کب خون مسلم کی ارزانی کا دور ختم ہوگا۔ اور کب عالم اسلام خواب غفلت سے بیدار ہوگا..... ؟۔ خون میں ڈوبا ہوا ہلال عید امت مسلمہ کو مبارک۔ ذلت ورسوائی سے بھرپور " ایام مسرت " پرعالم اسلام کو تبرک........۔

ع آسماں را حق بود گرخوں ببارد برزمیں

جناب حکیم محمد سعید صاحب

آزادی وطن ـــ فرض ملّی

ملت اسلامیہ کا اہم فریضہ یہ ہے کہ وہ اپنے وطن کی آزادی کا تحفظ کرے اور اس حریت کے حفظ وبقا کی مسلسل جدوجہد کرے جو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو بخشی ہے ۔ واضح رہے کہ حریت اور آزادی وطن کا اسلامی تصور عام سیاسی تصورات سے بہت مختلف ہے ۔ موجودہ عالمی سیاسی اصطلاح میں آزادی وطن کا مفہوم یہ ہے کہ ملک غیرملکیوں کے تسلط سے پاک ہو اور عنان حکومت ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہو جو اس ملک کے باشندے ہوں ۔ اگر اس پر اغیار کی حکومت ہوتو وطن آزاد نہیں ، غلام و محکوم تصور کیا جائے گا ۔

اسلام میں حریت اور آزادی کا مفہوم یہ ہے کہ انسانوں کو اپنے عقیدہ و عمل کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حق حاصل ہو ، یعنی حریت فکر و عمل جس سرزمین پر حاصل ہو وہ آزاد ہے اور جہاں حریت فکر واعتقاد اور حریت ارادہ و عمل حاصل نہ ہو اور انسان کے اس پیدائشی حق پر پابندیاں عائد ہوں ، اپنے عقیدے کے اظہار اور اپنے ایمان ویقین کے مطابق زندگی بسر کرنے پر قدغن لگی ہوئی ہو ، وہ سرزمین کسی مسلمان کے لیے آزاد وطن نہیں ہوسکتی ۔

قرآن کریم میں ہے : لاأكراه في الدين (البقرہ : ۲۵۶) " دین کے معاملے میں جبرواکراہ نہیں"

یہ بات صرف غیر مسلموں کے لیے نہیں بلکہ حریت فکر وعقیدہ کا اعلان عام ہے ۔ مسلمانوں کو بھی یہ حق ہے کہ ان کی بھی یہ آزادی تسلیم کی جائے اور اپنے عقیدے کے مطابق زندہ رہنے اور اپنے معاشرتی ، معاشی اور سیاسی عمل کے حق میں مزاحمت نہ کی جائے ۔ جہاں مزاحمت ہو اس کو دور کرنا ایک ملی فریضہ بن جاتا ہے ۔ مسلمانوں کی بنیادی عقائد میں توحید کو اولیت حاصل ہے ۔ ان کے مکمل اجتماعی ، سیاسی اور معاشی نظام کی بنیاد رب اعلیٰ کی حاکمیت کے یقین پر قائم ہے ۔ وہ اسی کے نازل کئے ہوئے احکام و قوانین کے مطابق زندگی بسر کرنے کو آزادی و حریت سمجھتے ہیں اور جہاں یہ حق انہیں نہ دیا جاتا ہو اور وہ اپنے فطری حق کا دفاع نہ کرسکتے ہوں انہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ کسی دوسری ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کریں جہاں وہ اپنے عقیدے کے مطابق زندگی بسر

کر سکیں اور آزادی کی نعمت سے بہرہ یاب ہو سکیں ۔ اگر استطاعت کے باوجود وہ ہجرت نہ کریں تو گنہگار ہیں، ظالم ہیں ۔ قرآن کریم میں ہے :

" انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور و مجبور تھے، فرشتوں نے کہا کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے" (النساء ۔ ۹۷) ۔

اس ارشاد باری تعالیٰ سے ہندوستان سے پاکستان ہجرت کرنے کا مفہوم واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے ۔ یعنی اپنے اعتقاد کے مطابق پوری اسلامی زندگی بسر کرنے کے لیے ایک آزاد وطن تعمیر ضروری ہے ۔ اس کا نام " دارالاسلام" ہے ۔ مسلمان کے لیے آزادی وطن نہ صرف ضروری ہے بلکہ اس کا ملی فریضہ ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو صرف عقیدے کی آزادی نہیں بخشی ہے بلکہ آزادی اظہار اور آزادی قول بھی بخشی ہے ۔ جس سرزمین پر آزادی اظہار میں مسلح مزاحمت ہوتی ہو وہاں سے بھی ہجرت ضروری ہوجاتی ہے ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقیدہ توحید کی جب پرامن دعوت دی اور شرک وبت پرستی سے روکنے کی کوشش کی تو کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہہ کر مزاحم ہوئے کہ ہمارے آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کرتے ہیں ۔ ہم جن بتوں کو پوجتے ہیں یہ ان کی مذمت کرتے ہیں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سے ہجرت فرمائی کیوں کہ آزادی اظہار بھی حاصل نہیں تھی اور جہاں یہ بھی نہ ہو وہ مسلمانوں کا وطن کیسے بن سکتا ہے اور اسے آزاد کس طرح کہا جاسکتا ہے ۔ مسلمانوں کو حریت اعتقاد، حریت قول اور حریت عمل حاصل ہو، کیوں کہ ان پر صرف اپنے عقیدے پر قائم رہنے کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ اقامت دین کی ذمہ داری بھی عائد کی گئی ہے ۔ جہاد کا مقصد بھی اقامت دین ہی ہے جس کی ابتدا حکمت وموعظت سے معمور دعوتوں سے ہوتی ہے ۔ اس کی آزادی حریت قول کی آزادی ہے ۔ جس سرزمین میں مسلمانوں کی اکثریت ہو اور مسلمان ہی وہاں حکمراں ہوں، لیکن دین قائم نہ ہو، اسے اسلامی تصور کے مطابق آزاد وطن نہیں کہا جاسکتا ۔ جب تک قوانین الٰہیہ مکمل طور پر نافذ نہیں ہوتے ہم حریت سے محروم ہیں ۔ آزادی سے محروم ہیں، اقامت دین کا فریضہ باقی ہے اور آزادی وطن کا دفاع بھی اسی طرح ممکن ہے ۔ اسی اقامت دین کے لیے مدینہ منورہ کی سرزمین کو جب مرکز قرار دیا گیا تو مسلسل غزوات ہوئے ۔ دشمن اس آزاد مرکز کو تباہ وبرباد کرنے کے لیے ٹوٹ پڑے ۔ صحابہ کرامؓ نے اپنی عسرت، تنگدستی، فاقہ کشی، قلت وساز وسامان اور قلت نفوس کے باوجود ایثار و قربانی کے ناقابل تسخیر جذبے سے کام لیا،

اپنی جان اور اپنے مال کا نذرانہ پیش کیا اور اپنی بے مثل تاریخی قربانیوں سے اپنی آزادی کا دفاع کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفس نفیس ان غزوات میں شریک ہوئے اور دفاع وطن کی جدوجہد میں پیش پیش رہے۔ مدعا یہ تھا کہ اقامت دین کی جو آزادی میسر آئی ہے اس کے دفاع کے فریضہ ملی ہونے کی سنت قائم کردی جائے۔ اسی کو اسلام میں آزادی کہتے ہیں، اور یہی آزادی اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت عظمیٰ ہے جس کا تحفظ انبیاء کرام کے فرائض نبوت ورسالت میں ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

"فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب احسان جتایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنالیا تھا۔" (الشعراء: ۲۲)

مطلب یہ تھا کہ اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ تیرے اس احسان کی وجہ سے میں بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دلانے کی جدوجہد نہ کروں تو یہ غلط ہے۔ انبیاء کی اولین ذمہ داری تو انسانوں کو اپنے جیسے انسانوں کی غلامی سے نجات دلانا ہے۔ میں اس کی آزادی کے لیے جنگ کرتا رہوں گا۔ تیرا احسان اپنی جگہ پر، شرک اور غلامی کو ختم کرکے انسانی جمعیت کو رب اکبر کی بندگی کے لیے آزاد فضا مہیا کرنا ہی کار نبوت ہے اور اس راہ میں تیرا احسان مخل نہیں ہوسکتا۔

آزادی رب کریم کی مکمل بندگی کے اجتماعی نظام کے قیام کا نام ہے۔ جس سرزمین پر یہ نظام قائم ہوجائے وہ اسلامی نقطہ نظر سے آزاد ہے۔ اس کی فضا تو یہ ہوتی ہے کہ:

"مسجدیں قائم وپررونق ہوجائیں، ہر طرف صدائے تکبیر وتہلیل گونجے۔ بیت المال کے بعد کوئی ننگا، بھوکا نہ رہ جائے۔ عدالتوں میں انصاف بکنے کے بجائے ملنے لگے۔ رشوت، دروغ حلفی اور جعلسازی کا بازار سرد پڑ جائے۔ امیر کو کوئی موقع غریب کی تحقیر کا باقی نہ رہے۔ غیبت، بدکاری، چوری اور ڈاکے خواب وخیال ہوجائیں۔ بنکوں کے ٹانٹے الٹ جائیں۔ چور، ڈاکو، قاتل اور وطن نا دوست شہر بدر کردیے جائیں۔ اللہ کے سوا کسی کا قانون نہ چلے۔ ہر حقدار کو اس کا حق ملتا رہے"۔

(مفہوم، آیات الحج: ۴۰۔۴۴)

ایسی ہی سرزمین کو دارالاسلام کہتے ہیں۔ ایسے ہی وطن کو آزاد کہتے ہیں اور ایسی ہی آزادی کے لیے انبیاء کرام نے جدوجہد کی ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی ہی آزادی کیلئے اپنے اصحاب کے ساتھ عظیم الشان قربانیوں کا اسوہ حسنہ پیش کیا ہے۔ یہ آزادی انسان کا فطری حق ہے۔

حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا تھا:۔

" ان کو کس نے غلام بنالیا، جب کہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد پیدا کیا تھا۔

ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اقامت دین کی آزادی کانام " آزادی " ہے۔ حکومتوں کی تبدیلی اور مسلم افراد کی حکمرانی کو وطن کی آزادی سے تعبیر کرنا غلط ہے۔

اس روشنی اسلام میں حالات پاکستان پر غور کیا جائے تو لازماً سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا پاکستان دارالاسلام ہے؟ دارالسلام ہے؟ اہل وطن اس صورت پر نہایت سکون کے ساتھ غور کریں۔ صورت حال اس کا اعلان عام ہے کہ پاکستان آزاد نہیں ہے۔ ہم آزاد نہیں رہے ہیں۔ آخر یہ غلامی کب تک۔ پاکستان تو آزاد تھا۔ اسے غلام ہم نے بنایا ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم آزادی کی شدید جدوجہد کریں اور ایک انقلاب برپا کردیں۔ جمہوریت مغرب کو پاکستان سے خارج کریں۔ اسلامی شوریٰ نظام قائم کریں۔

مولانا امین حسن اصلاحیؒ کا سانحہ ارتحال

مولانا امین حسن اصلاحیؒ ملک کے ممتاز عالم دین مفسر قرآن، کئی مشہور کتابوں کے مصنف اور کئی مؤقر مجلات کے مدیر گذشتہ دنوں ۹۳ برس کی عمر میں انتقال کرگئے۔ (انااللہ وانا الیہ راجعون) مرحوم نے تمام زندگی دین اسلام کی اشاعت اور خدمت میں گزاری۔ مولانا حمیدالدین فراہیؒ کے صحیح جانشین کے طور پر پہچانے جاتے تھے اور مکتب فراہی کے پرجوش داعی اور نقیب سمجھے جاتے تھے۔ کافی عرصہ تک مولانا مودودیؒ کے معتمد ساتھی اور رفیق رہے لیکن جب اصول اور مؤقف کی بات آئی تو آپ نے ان سے اپنی راہ الگ کردی اور اپنی مشہور ومعروف تفسیر کے کام میں مصروف ہوگئے۔ مولانا مرحومؒ کئی خوبیوں کے مالک تھے گوکہ آپ کے بھی اپنے استاذ مولانا فراہیؒ کی طرح خاص تفردات تھے۔ لیکن اس سے قطع نظر آپ کی دینی خدمات اور مساعی قابل تحسین ہیں۔ علمی حلقوں میں آپکی جدائی سے ایک خلا پیدا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحومؒ کو ان کی دینی خدمات کے صلہ میں جنت الفردوس سے نوازے اور آپ اور ہم سب کے زلات ولغزشات سے درگزر فرمائے۔ (آمین)

(د۔ ش۔ س)

جناب محمد طیب مظہر گوجروی

اسلام میں انسانی حقوق کا تصوّر

بنیادی انسانی حقوق کا تعلق فرد کی ذات سے ہے اور جس معاشرے میں فرد کو یہ حقوق میسر نہیں وہاں اجتماعیت کی صحت مندی کا تصور ممکن نہیں۔ لاسکی کی زبان میں ایسے یوں بیان کیا گیا ہے:

We will build rights upon individual person ality because ultimately the welfare of the community it built upon the happiness of Individual

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اور اسکی تعلیمات انسانی زندگی کے جملہ پہلوؤں پر حاوی ہیں، اس لئے اس نے حقوق انسانی کے متعلق بھی واضح تعلیمات دی ہیں۔ حقوق انسانی تو بڑی دور کی بات ہے وہ تو نباتات کو بے مقصد کاٹنے اور حیوانات کو بے سبب تکلیف پہنچانے کے حق میں بھی نہیں۔ انسانی حقوق کے متعلق تو اس قدر تفصیلی ہدایات ہیں کہ غالباً کسی مذہب اور کسی معاشرتی وسیاسی نظام میں نہیں پائی جاتیں۔

اسلام فرد سے لیکر اجتماعیت کے عروج تک کو سمیٹ لیتا ہے۔ وہ حقوق کی تعلیم دیتا اور انکی تربیت کو ملحوظ رکھتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے ہم حقوق کو اخلاقی، قانونی، سیاسی اور معاشی کہہ سکتے ہیں۔ فرد کے اپنے احساس سے لیکر ان حقوق تک جن کا تحفظ ریاست کرتی ہے۔ سب اسلام کی تعلیم میں موجود ہیں اور وسیع پیمانے پر انسانی ہمدردی وخیرخواہی اور امداد وتعاون کی وہ تفصیلات بھی موجود ہیں جنہیں آج بنیادی انسانی حقوق کے نام سے یاد اور دورحاضر کی بڑی کامیابی تصور کیا جاتا ہے۔ اہل مغرب اس بات کے مدعی ہیں کہ انسان کو بنیادی حقوق اگر نصیب ہوئے ہیں تو میگنا کارٹہ (Megna Carta) کے ذریعہ ملے ہیں۔ حالانکہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ یہ منشور ظہور اسلام کے تقریباً چھ سو سال بعد وجود میں آیا۔ اسلام نے اس منشور سے قبل ہی انسان کو بنیادی حقوق عطا کردئیے تھے۔ اس منشور کے لکھنے والے اگر دین اسلام کا مطالعہ کرتے تو کبھی بھی اس بات کا دعویٰ نہ کرتے کہ دنیا کو یہ نعمت ہمارے ہی ذریعے ملی ہے۔ سترویں صدی سے قبل اور تقریباً بعد میں بھی اہل مغرب میں حقوق انسانی کا ایسا تصور موجود نہیں تھا جو اسلام نے پیش کیا۔ اہل مغرب کا یہ تصور بھی اٹھارویں صدی کے آخر میں امریکہ اور فرانس کے دساتیر میں ملتا ہے۔ موجود صدی کے وسط میں اقوام متحدہ نے حقوق انسانی کے متعلق ایک چارٹر پیش کیا، جس کا نام Universal

Declaration of human righits ہے ۔ اس چارٹر میں نسل کشی کے خلاف بھی ایک قرارداد منظور کی اور ایک ضابطہ بنایا ۔ لیکن وہ ضابطہ واجب العمل نہیں ہے ۔ اس اعلان کے باوجود انسانی حقوق پائمال ہوئے اور اقوام متحدہ اس کا کوئی سدباب نہیں کر سکتی ۔

اسلام میں بنیادی حقوق کی حیثیت ؟ :- اسلام میں بنیادی حقوق ایک منفرد حیثیت رکھتے ہیں ۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ حقوق نہ کسی بادشاہ کے بخشے ہوئے ہیں اور نہ ہی کسی مجلس قانون ساز کا احسان ہے ۔ اسلام میں بنیادی حقوق صرف اللہ کا عطیہ ہیں اور زمین پر کوئی مجلس قانون ساز یا حکومت ان حقوق کو سلب نہیں کر سکتی ، یہاں تک کہ ان میں ردوبدل کرنے کی بھی مجاز نہیں ہیں ۔ اس کے علاوہ یہ بنیادی حقوق صرف کاغذ کی زینت نہیں ہیں بلکہ عملی طور پر ان کا وجود ثابت ہے ۔ اقوام متحدہ کے چارٹر اور قراردادیں بھی انکا مقابلہ نہیں کر سکتی ۔ یہ صرف دین اسلام کی خصوصیت ہے کہ اسلامی حکومت نہ صرف یہ حقوق تسلیم کرتی ہے بلکہ ان کا نفاذ بھی اس کے فرائض میں شامل ہے ۔ اگر کوئی حکومت ان حقوق میں اپنی آزادی رائے استعمال کرتی ہے تو ایسی حکومت کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے ۔ " ولیحکم اھل الانجیل بما انزل اللّٰہ فیہ ومن لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولٰیک ھم الفسقون " (المائدہ ۴۷)

ترجمہ :- ہمارا حکم تھا کہ اہل انجیل اس قانون کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں ۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی رقمطراز ہیں " یہاں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے حق میں جو خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں تین حکم ثابت کیے ہیں ۔

(۱). ایک یہ کہ وہ کافر ہیں ۔ (۲). یہ کہ وہ ظالم ہیں ۔ (۳). یہ کہ وہ فاسق ہیں ۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو انسان خدا کے حکم اور اس کے نازل کردہ قانون کو چھوڑ کر اپنے یا دوسروں کے بنائے ہوئے قوانین پر فیصلہ کرتا ہے وہ دراصل تین بڑے جرائم کا ارتکاب کرتا ہے ۔ اولاً اس کا یہ فعل حکم خداوندی کے انکار کا ہم معنیٰ ہے اور یہ کفر ہے ۔ ثانیاً اس کا یہ فعل عدل وانصاف کے خلاف ہے ، کیونکہ ٹھیک ٹھیک عدل کے مطابق جو حکم ہوسکتا ہے وہ خدا نے دے دیا تھا ۔ اس لئے جب خدا کے حکم سے ہٹ کر اس نے فیصلہ کیا تو ظلم کیا ۔ تیسرے یہ کہ بندہ ہونے کے باوجود جب اس نے اپنے مالک کے قانون سے منحرف ہوکر اپنا یا کسی دوسرے کا قانون نافذ کیا تو درحقیقت بندگی اور اطاعت کے دائرے سے باہر قدم نکالا اور یہی فسق ہے ۔

" تفہیم القرآن " جلد اول ۔ المائدہ صفحہ (۴۷۵)

حق زندگی:- اسلام کسی شہری کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی دوسرے شہری کو ناحق قتل کرے۔ قرآن مجید میں بیشتر مقامات پر اسکی وضاحت کی گئی ہے۔

" ولاتقتلوالنفس التی حرم اللہ الا بالحق ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطنا فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا " ترجمہ:- " اور نہ مارو اس جان کو جس کو منع کردیا ہے اللہ نے مگر حق پر اور جو مارا گیا ظلم سے تو دیا ہم نے اس کے وارث کو زور سو حد سے نہ نکل جائے قتل کرنے میں اس کو مدد ملتی ہے "۔ قتل ناحق کا جرم عظیم ہونا دنیا کی ساری جماعتوں، مذہبوں اور فرقوں میں مسلّم ہے۔ حدیث میں رسول کریمؐ نے فرمایا " ساری دنیا کی تباہی اللہ کے نزدیک اس سے اہون (ہلکی) ہے کسی مومن کو ناحق قتل کیا جائے "۔ اور بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کے باشندے کسی مومن کے قتل ناحق میں شریک ہو جائیں تو ان سب کو اللہ تعالیٰ جہنم میں داخل کریں گے۔ (ابن ماجہ بسند حسن والبیہقی) ایک حدیث میں رسول کریمؐ نے فرمایا " جس شخص نے کسی مسلمان کو قتل میں قاتل کی امداد ایک کلمہ سے بھی کی تو میدان حشر میں جب وہ اللہ کے سامنے پیش ہوگا اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا۔ " ائس من رحمۃ اللہ " (بحوالہ تفسیر مظہری) صفحہ ۶۸ جلد ۷

اس ایت اور احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نسل انسانی کا قتل ایک بدترین فعل ہے اور اس کی سزا ابدالاباد تک جہنم ہے۔ حضور اکرمؐ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا " ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان ومال اور عزت گرانا حرام کیا گیا ہے " اس کی مزید وضاحت سورۃ المائدہ میں کی گئی ہے۔ " من قتل نفسا بغیر نفس اوفساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعاً " اس ایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کو کسی کی جان اور زندگی کس قدر محبوب ہے اور کسی حالت میں بھی وہ کسی کو اس حق سے محروم کردینے کی اجازت نہیں دیتا۔ سیدابوالاعلیٰ مودودی رقمطراز ہیں۔ " قتل نفس سے مراد صرف دوسرے انسان کا قتل نہیں ہے بلکہ خود اپنے آپ کو قتل کرنا بھی ہے۔ اس لیے نفس جسے اللہ نے ذی حرمت ٹھہرایا ہے اس کی تعریف میں دوسرے نفوس کی طرح انسان کا اپنا نفس بھی داخل" ہے۔ لہذا جتنا بڑا جرم اور گناہ قتل انسان ہے اتنا ہی بڑا جرم اور گناہ خودکشی بھی ہے۔ آدمی کی بڑی غلطیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنی جان کا مالک اور اپنی اس ملکیت کو بااختیار خود تلف کرنے کا مجاز سمجھتا ہے، حالانکہ یہ جان اللہ کی ملکیت ہے اور ہم اس کے اتلاف تو درکنار اس

کے کسی بے جا استعمال کے بھی مجاز نہیں ہیں۔ دنیا کی اس امتحان گاہ میں اللہ جس طرح بھی ہمارا امتحان لے اسطرح ہمیں آخر وقت تک امتحان دیتے رہنا چاہئیے۔ (تفہیم القرآن جلد دوم ص ۶۱۴)

اسلام کسی انسان کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ خود اپنی جان کو ضائع کرنے کا سبب بننے خواہ وہ کسی آلہ قتل سے ہو یا دوائی وغیرہ سے کیونکہ اس کو حق نہیں ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے اختیارات کو خود اپنے ہاتھوں میں لے لے۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو قتل کرتا ہوا اگر گرفتار کیا جائے تو اس بنیادی حق معاملہ میں عدالت کی طرف سے اس پر قتل کا مقدمہ چلایا جاسکتا ہے۔ اس حق زندگی میں والدین کو بھی اجازت نہیں کہ وہ اپنی اولاد کو قتل کریں خواہ وہ قتل زندہ ہونے کی صورت میں کیا جائے یا پیٹ کے اندر ہی کسی ذریعہ سے بچے کو قتل کیا جائے دونوں صورتوں میں یہ ناحق قتل شمار ہوگا، کیونکہ اللہ نے اس بچے کو جو حق زندگی دیا ہے والدین کو اس حق سے محروم رکھنے کا کوئی حق نہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے " ولاتقتلو اولادکم خشیة املاق نحن نرزقھم وایاکم ان قتلھم کان خطا کبیرا " (بنی اسرائیل آیت نمبر: ۳۰)

ترجمہ:۔ " اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے اندیشہ سے ہم ہی رزق دیتے ہیں انہیں بھی اور تمھیں بھی بلاشبہ اولاد کو قتل کرنا بہت بڑی غلطی ہے "

پیرکرم شاہ الازہری رقمطراز ہیں: " آج بھی جب انسانی حقوق کی دھوم مچی ہوئی ہے اولاد کو کم کرنے کی کوشش تیز تر ہوتی جارہی ہیں اور اس کام نے ایک تحریک کی صورت اختیار کرلی ہے جس کی پشت پناہی کیلئے حکومتوں نے اپنے خزانوں کے دروازے کھول دیئے ہیں اور اس تحریک کا مرکزی نقطہ یہی ہے کہ وسائل معاش پر اتنا بوجھ نہیں ڈالنا چاہئیے جس کے وہ متحمل نہ ہوں۔ نسل کشی کی اس تحریک کو ختم کرنے کیلئے فرمایا فقروافلاس کے اندیشہ سے اولاد کو قتل نہ کرو۔ اس کے بعد اس اندیشہ کا قلع قمع ان الفاظ سے فرمایا " کہ رزاق ہم ہیں " انہیں اور تمھیں رزق مہیا فرمانا ہم نے اپنے ذمہ کرلیا ہے۔ تم خواہ مخواہ اپنے آپ کو پریشان اور ہلکان کیوں کررہے ہو "

(ضیاء القرآن بنی اسرائیل ۳۰ جلد دوم)۔ بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضوراکرمؐ نے فرمایا " کسی مسلمان کا خون سوائے تین باتوں کے حلال نہیں۔

(۱). شادی شدہ زانی یعنی بدکار (۲). جس نے کسی انسان کو ناحق قتل کیا ہو۔ (۳) جو دین اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہوگیا ہو۔ فقہاء کرام نے اس میں دو اور وجوہات کا اضافہ کیا ہے۔

(۱). دین حق کے راستہ میں مزاحمت کرنے والا۔ (۲). اسلامی نظام حکومت الٹنے کی سعی کرنے والا۔

اس کے علاوہ کسی اور صورت میں کسی انسان کو اس حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن مجید میں قتل کا بدلہ قتل ہے۔ مگر اس سلسلہ میں بھی اسلام براہ راست کسی کو قتل کرنے کی ممانعت کرتا ہے اور ہدایت دیتا ہے کہ جو قتل ہوجائے اس کے ورثاء کو حق حاصل ہے کہ یا معاف کردیں قصاص لے لیں یا عدالت میں دعویٰ کردیں۔ اسلامی حکومت میں صرف عدالت ہی کسی کے قتل کا فیصلہ دے سکتی ہے۔ اگر کوئی اپنے قتل کا بدلہ لینے کیلئے خود کسی کو قتل کرے تو قانونی طور پر وہ مجرم شمار ہوگا۔ کیونکہ اسلام اسے ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

۲ حق آزادی :- اہل مغرب کا دعویٰ ہے کہ غلامی کا انسداد ہمارے ہی ذریعہ ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ انہیں ایسا کرنے کی توفیق گذشتہ صدی کے وسط میں ہوئی۔ تاریخ گواہ ہے کہ جس بڑے پیمانے پر وہ افریقہ سے آزاد انسانوں کو پکڑ پکڑ کر اپنی نوآبادیوں میں لے جاتے تھے اور انکے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا انہی کی اپنی کتب ہی اس پر دلیل ہیں۔ مغربی اقوام کا امریکہ اور جزائر غرب الہند پر قبضہ ہوجانے کے تقریباً ساڑھے تین سو سال بعد بھی یہ غلامانہ تجارت جاری رہی۔ آج بھی وہ ساحل موجود ہے جس ساحل سے سیاہ فام لوگوں کو پکڑکر بندرگاہوں سے روانہ کیا جاتا اسی بناء پر اس ساحل کا نام ساحل غلامانہ پڑ گیا۔ ۱۶۸۰ء ۱۷۸۶ء تک تقریباً ایک صدی کے اندر دو کروڑ انسانوں کو غلام بنایا گیا۔ جن جہازوں میں ان قیدیوں کو لے جایا جاتا ان میں ان افریقیوں کو جانوروں کی طرح نہ صرف ٹھونس دیا جاتا بلکہ انہیں زنجیروں سے جکڑدیا جاتا۔ اندازہ ہے کہ مغربی اقوام نے مجموعی طور پر جن افراد کے گلے میں غلامی کا طوق پہنایا انکی تعداد کروڑوں تک ہے۔

شاہ معین الدین احمد ندوی اپنی تصنیف "دین رحمت" میں رقمطراز ہیں:

"خود یورپ میں انیسویں صدی کے وسط تک غلامی رائج تھی۔ یورپین قومیں محض جنگی قیدیوں ہی کو نہیں کہ بعض وحشی قوموں کو بھی زبردستی غلام بنالیتی تھی۔ غلاموں کی حیثیت جانوروں سے بہتر نہ تھی۔ آقا انکی جان تک کا مالک ہوتا تھا۔ غلاموں کے قتل تک کی اجازت تھی ان سے طرح طرح کے پرمشقت کام لیے جاتے تھے اور ادنیٰ لغزش اور سرتابی کی بڑی سخت سزا دی جاتی تھی۔ اس کے باوجود اہل مغرب دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے بنی نوع انسان کو آزادی سے ہمکنار کیا بلکہ وہ اسلام پر ہی غلامی کے جائز رکھنے کا الزام ٹھہراتے ہیں، حالانکہ اسلام کسی شخص کو بھی اجازت نہیں دیتا کہ کسی آزاد فرد کو غلام بنالیا جائے یا اسے فروخت کردیا جائے کیونکہ دین اسلام میں اسی قطعی حرام قرار دیا گیا ہے۔ (آقاؐ نے فرمایا) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا اللہ نے مجھ

سے فرمایا تین قسم کے لوگ ہیں جن سے میں قیامت کے دن جھگڑوں گا۔

اول :۔ وہ شخص جو میرا واسطہ دے کر کسی سے عہد باندھتا ہے اور پھر اس عہد کو توڑتا ہے۔

دوم :۔ وہ شخص جو کسی آزاد کو غلام بنالے اور اسے فروخت کرکے اس کی قیمت کھاجاتا ہے۔

سوم :۔ وہ جو کسی شخص کو کام پر لگاتا ہے پھر اس سے پورا کام لے لیتا ہے مگر اسکی مزدوری نہیں دیتا۔

دوسری روایت میں یوں ہے کہ " قیامت کے دن میں اس کے خلاف خود مدعی بنوں گا جو کسی آزاد انسان کو پکڑ کر فروخت کرے اور اس کی قیمت وصول کرے " اس حدیث پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے آپ کا ارشاد کسی خاص قوم، نسل، وطن یا ملک کے کسی انسان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہمیں ہر ممکن طریقہ سے غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، یہاں تک کہ بعض گناہوں کے کفارے میں غلام آزاد کرنا شامل کیا گیا ہے اور اسے باعث اجر قرار دیا گیا ہے۔

<u>وسائل حریت</u> :۔ اسلام نے غلاموں کو آزاد کرنے کے متعلق دو طریقے اختیار کئے ہیں۔

(ا). طوعی (ب). جبری۔

<u>طوعی طریقہ</u> :۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے : " وماادراک ماالعقبة فک رقبة "

ترجمہ :۔ " اور تجھے کیا خبر کہ اونچی گھاٹی کیا ہے ؟ کسی گردن کو آزاد کرنا " (البلد ۹۰ : ۱۲)

اس آیت کی تفسیر مولانا ابوالاعلیٰ یوں فرماتے ہیں : " اس آیت میں نیکی کے جن کاموں کو ذکر کیا گیا ہے ان کے بڑے فضائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشادات میں بیان فرمائے ہیں۔ مثلاً " فک رقبة " (گردن چھڑانے) کے بارے میں حضور اکرمؐ کی بکثرت احادیث روایات میں نقل ہوئی ہیں، جن میں سے ایک حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا : " جس شخص نے ایک مومن غلام کو آزاد کیا اللہ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرنےوالے شخص کے ہر عضو کو دوزخ کی آگ سے بچائے گا۔ ہاتھ کے بدلے میں ہاتھ، پاؤں کے بدلے میں پاؤں، شرمگاہ کے بدلے میں شرمگاہ۔ (تفہیم القرآن۔ جلد ششم البلد ۹۰ : ۱۲) ص ۳۴۲

حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہؐ مجھے آپ کوئی ایسا عمل بتادیجئے جو جنت میں داخل کردے۔ فرمایا تم نے لفظ تو مختصر کہے ہیں مگر بات بہت بڑی دریافت کی ہے۔ (جنت میں داخل ہونے والا عمل یہ ہے)

" اعتق النسمة وفک الرقبة " غلام کو آزاد کرو، اگر اکیلے آزاد نہ کرسکو تو دوسروں کے ساتھ ملکر آزاد کرو۔ (بیہقی شعب الایمان بحوالہ مشکوۃ)

اس ترغیب کا یہ نتیجہ نکلا کہ صحابہ کرامؓ کثرت سے غلام آزاد کرتے تھے ۔ امیر اسمٰعیل نے شرح بلوغ المرام میں چند صحابہ اکرام اجمعینؓ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد نقل کی ہے ۔

(۱). آقاء صلے اللہ علیہ وسلم نے ۶۳ غلام آزاد کئے ۔ (۲). حضرت عائشہؓ نے ۲۷ ۔ (۳) حضرت عباسؓ نے ۷۰ (۴) حضرت حکیم بن حزام نے ۱۰۰ (۵) حضرت عبداللہ بن عمر نے ایک ہزار (۶). حضرت عبدالرحمن بن عوف نے تین (۳) ہزار

اس روایت میں جو تعداد صحابہ کرامؓ کے آزاد کردہ غلاموں کی ہے وہ درست نہیں بلکہ اصل تعداد اس سے بڑھکر ہے ۔ مثلاً سیدنا عائشہ صدیقہؓ کے متعلق ایک حدیث ہے کہ انہوں نے صرف ایک موقعہ پر چالیس غلام آزاد کئے تھے ۔ (بخاری کتاب الادب باب الہجرت)

۲ جبری طریقے :- اسلام نے غلاموں کو زنجیروں سے آزاد کرانے کیلئے بعض گناہوں کے کفارہ میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا ہے ۔

(۱). قتل خطاط :- ارشاد الہیٰ ہے : " ومن قتل مومنا خطأ فتحرير رقبة مومنة ودية مسلمة الیٰ اهله الا ان يصدقوا فان كان من قوم عدو لكم وهو مومن فتحرير رقبة مؤمنة وان كان من قوم بينكم وبينهم ميثاق فدية مسلمة الیٰ اهله وتحرير رقبة مومنة فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين " (النساء ۴ : ۹۲)

ترجمہ :- اور جو غلطی سے کسی مومن کو مارڈالے تو ایک مومن غلام آزاد کرے اور خون بہادے جو اس کے وارثوں کے سپرد کیا جائے ۔ سوائے اس کے کہ وہ معاف کردیں ۔ پھر اگر (مقتول) ایسے لوگوں سے ہو جو تمھارے دشمن ہیں اور وہ مومن ہو تو ایک مومن غلام آزاد کردینا چاہئیے اور اگر ایسے لوگوں سے ہو کہ تم میں اور ان میں معاہدہ ہے تو خون بہادینا چاہیئے جو اس کے وارثوں کے سپرد کیا جائے اور ایک مومن غلام آزاد کرنا چاہئیے ۔ پھر جو نہ پائے تو دو مہینے متواتر روزے رکھنے ۔

(۲) کفارہ ظہار :- اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو محرمات میں سے کسی ایک کے ساتھ تشبیہ دیکر اپنے اوپر حرام کرلے تو اس کو اسلامی اصطلاح میں ظہار کہا جاتا ہے ۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ظہار کرنے والا خاوند اپنے قول واپس لینا چاہیئے تو تین چیزوں میں سے ایک بطور کفارہ ادا کرنا ہوگا ۔

(۱) ایک غلام آزاد کرے (۲) ساٹھ دن تک متواتر روزے رکھنے ۔ (۳). ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے

ارشاد :- " والذين يظهرون من نسائهم ثم يعودون لما قالو فتحرير رقبة من قبل ان يتماساذلكم توعظون به والله بما تعملون خبير فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل ان يتماسافمن لم يستطع فاطعام ستين مسكيناً " (المجادلہ ۵۸ : ۳،۴)

ترجمہ :- اور جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اس کی طرف لوٹتے ہیں جو کہا تھا تو ایک غلام کا آزاد کرنا ہے ۔ اس سے پہلے کہ وہ کہ ایک دوسرے کو چھوئیں اس کے ساتھ تمھیں وعظ کیا جاتا ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے ۔ پھر جو کوئی غلام نہ پائے تو دو مہینے کہ پے درپے روزے رکھئے اس سے پہلے کہ وہ ایک دوسرے کو چھوئیں پھر جسے یہ طاقت نہ ہوتو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے ۔

(۳) کفارہ یمین :- اگر کوئی شخص قسم کھالے پھر اس کو توڑنا چاہئے یا توڑ دے تو اس کو قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرنا ہوگا وہ یہ کہ متوسط درجے کا دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا انکو کپڑے بناکردے یا ایک غلام آزاد کرے ۔ ارشاد ربانی ہے :

" لا یواخذ کم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یواخذکم بما عقد تم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من لوسط ماتطعمون اھلیکم لوکسوتھم لوتحریر دقبۃ "

ترجمہ :- " اللہ تمھاری بلا ارادہ قسموں پر گرفت نہیں کرتا ، لیکن اس پر گرفت کرتا ہے جو تم قسم کو مضبوط کرو ۔ سو اس کا کفارہ دس مسکینوں کا کھانا ، درمیانہ کھانے سے جو تم اپنے گھروں کو کھلاتے ہو یا ان کو لباس دینا یا گردن کا آزاد کرنا ۔ " پیرکرم شاہ الازھری " ضیاء القرآن " جلداول میں رقمطراز ہیں : " وہ قسمیں جو نیت اور ارادہ سے اٹھائی گئی ہوں اور پھر انہیں پورا نہ کیا جائے تو اس قسم کو توڑنے پر باز پرس ہوگی اور کفارہ دینا پڑے گا ۔ کفارہ کی تین صورتیں ہیں ۔

(۱) دس آدمیوں کو کھانا کھلا دینا (۲) ان کو کپڑے پہنا دینا جن سے ان کے جسم کا اکثر حصہ ڈھک جائے مثلاً چادر اور کرتہ یا چادر اور صافہ ۔ (۳) غلام آزاد کرنا ۔

(۴) روزہ توڑنے کا کفارہ :- جو شخص جان بوجھکر روزہ توڑ دے تو اس کا کفارہ بھی ظہار کی طرح ہے یعنی غلام آزاد کرے اس کی طاقت نہ ہو ساٹھ دن متواتر روزے رکھئے اگر اس کی طاقت نہ ہو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے ۔

(۵) معمولی گناہوں کا کفارہ :- حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریمؐ نے غلام کو زودکوب کرنے پر اس کو بطور کفارہ آزاد کرنے کا حکم دیا ہے ۔

" من لطم مملوکہ لو ضربہ فکفارتہ ان یعتقہ " (ابوداؤد)

ترجمہ :- جو شخص اپنے غلام کو طمانچہ مارے یا اس کو زدوکوب کرے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اس کو آزاد کرے ۔

گرہن کے وقت غلام آزاد کرنا :- حدیث شریف میں آتا ہے " امرالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالعتاقہ فی کسوف الشمس " (بخاری باب مایستحب من العتاقۃ فی الکسوف)

ترجمہ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سورج گرہن کے وقت غلام آزاد کیا جائے۔ اس تفصیل سے یہ ظاہر ہوگا کہ اسلام نے کس طرح غلامی کی برائیوں کو مٹایا اور غلاموں کو اتنے حقوق عطا کئے کہ غلامی کی نسبت کے سواعام انسانی حقوق میں ان میں اور آقاؤں میں بہت کم فرق رہ گیا۔ اسلام کی تاریخ غلاموں کی عظمت اور انکے کارناموں سے بھری ہوئی ہے۔ اکابر صحابہ میں حضرت بلالؓ ، سلمان فارسیؓ ، صہیب رومیؓ ، عمار بن یاسرؓ وغیرہ غلام ہی تھے جن کے سامنے سرداران قریش گردنیں خم کرتے تھے۔ اسلام نے نسل انسانی کو غلام بنانے کے تمام طریقوں سے نجات دلائی اور غلامی کو صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔

آزادی عقیدہ کا حق :- اسلام تمام نوع انسانی کو مذہب وعقیدہ کی مکمل آزادی عطا کرتا ہے اور ہر ایک کو اختیار دیتا ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق عقیدہ اختیار کرے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے : " لا اکراہ فی الدین " ترجمہ :- کوئی زبردستی نہیں ہے دین میں۔

پیرکرم شاہ الازہری " ضیاء القرآن " میں رقمطراز ہیں : " اسلام کے دشمنوں نے اسلام پر لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانے کا جو الزام لگایا ہے۔ قرآن نے پہلے ہی اس کو رد کردیا ہے کہ دین کے معاملہ میں جبرواکراہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ دین کی بنیاد ہے ایمان اور ایمان کا تعلق ہے دل سے اور دل جبرواکراہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا جانتا ہی نہیں نیز اسلام بحثیت دین انسان کی باطنی اور قلبی اصلاح اور درستی کرنا چاہتا ہے۔ اگر کسی کے گلے میں آپ جبراً پھندہ ڈالیں گے تو کیا اس کی روحانی اصلاح ہوجائیگی اور کیا اسلام کا مقصد حاصل ہوجائیگا اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ایسے شخص کو مسلمان کرنے میں اسلام کو کیا دلچسپی ہوسکتی ہے ؟ "

(ضیاء القرآن جلداول ، البقرہ ۳۰ : ۲۵۵)

مفتی اعظم پاکستان مولانا شفیع اس آیت کی تفسیر میں حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں :

" حضرت عمرؓ نے ایک نصرانی بڑھیا کو اسلام کی دعوت دی تو اس کے جواب میں اس نے کہا " انا عجوز کبیرۃ والموت الی قریب " یعنی میں ایک قریب المرگ بڑھیا ہوں ، آخری وقت میں اپنا مذہب کیوں چھوڑ دوں ؟ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر اسکو ایمان پر مجبور نہیں کیا بلکہ یہی آیت تلاوت فرمائی " لااکراہ فی الدین " دین میں سختی نہیں۔ (معارف القرآن جلداول البقرہ ۲ : ۲۵۵)

اسلام رواداری سکھاتا ہے اور دوسرے عقائد ومذاہب کا وجود برداشت کرنے کی تعلیم دیتا ہے تاکہ تقابل کا پہلو موجود رہے اور اسلام کی فوقیت وبرتری ثابت ہو۔ چنانچہ آنحضورؐ نے ہجرت کے بعد اہل مدینہ کے ساتھ میثاق مدینہ طے کیا تو اس میں ایک شق یہ بھی تھی کہ تمام باشندگان کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ بین الاقوامی قانون دان پروفیسر رافیل کیمکن جس نے نسل کشی کے ضمن میں اقوام متحدہ کی قراردادوں کا مسودہ تیار کیا وہ قرارداد کی اصل شرائط کا حوالہ دیتے ہوئے کہتا ہے
، مسلمانوں کیلئے مزید کہوں گا کہ میں نے جس قرارداد کا مسودہ تیار کیا ہے وہ پوری طرح قرآن کے مطابق ہے، کیونکہ انسانی علم کے مطابق اسی میں سب سے زیادہ رواداری اور بین الاقوامی شعور والا مذہب مذکور ہے۔ یہودیت ونصرانیت کے پیغمبروں کو قبول کرنا اور دوسرے لوگوں کی عبادت گاہوں کی بے حرمتی سے منع کرنا اس دین اسلام کی انسان دوستی اور جذبہ رواداری کی مثالیں ہیں۔
(مسلمانوں کے تہذیبی کارنامے مصنفہ مولوی نوراحمد صفحہ ۲۳۵)

اسلامی حکومت نہ تو خود کسی کو تبدیلی، مذہب وعقیدہ پر مجبور کرسکتی ہے اور نہ ہی اس کے بعض افراد دوسروں پر تبدیلی مذہب کیلئے دباؤ ڈال سکتے ہیں۔ اس طرح مسلمانوں میں مختلف فقہی مسالک سے تعلق رکھنے والے بھی اپنے اپنے نظریات پر قائم رہ سکتے ہیں۔ البتہ تبلیغ وترغیب کے ذریعے ہر شخص یا گروہ اپنے عقیدہ ومذہب کی طرف مائل کرسکتا ہے۔ اسلام اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ قوت اور طاقت سے اس کی اشاعت کی جائے اور لوگوں کو جبراً دین منوایا جائے۔ دین کا اختیار کرنا لوگوں کی رضاورغبت پر چھوڑ دیا ہے۔ اسلام محض مذہبی اختلاف کی بنا پر ایک دوسرے کو قتل کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام محض ذاتی اختلاف کی وجہ سے دوسروں سے نیکی اور صلہ رحمی میں حائل ہونے سے منع کرتا ہے۔ اسلامی تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ مسطح جو حضرت ابوبکرؓ کی خالہ یا ہمشیرہ کا بیٹا تھا۔ تشہیرافک میں ملوث تھا۔ حضرت ابوبکرصدیقؓ اس کی مالی مدد کیا کرتے تھے۔ افک میں ملوث ہونے کی وجہ سے حضرت ابوبکرصدیقؓ نے امداد کرنا چھوڑ دی اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

” ولا یاتل اولوالفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربیٰ والمساکین والمھاجرین فی سبیل اللہ ولیعفو ولیصفحوا “ ترجمہ:۔ تم میں بزرگی اور وسعت والے یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ غریبوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہیں دیں گے اور چاہئیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں “۔ اس ضمن میں یہ بات بھی واضح ہے کہ عقیدہ و مذہب اختیار کرنے کی بے شک آزادی ہے لیکن اس امر کی ہرگز اجازت نہیں دی جائیگی کہ جب کسی کا دل چاہئے اسلام

قبول کرکے اور جب چاہے چھوڑ دے ، بلکہ اگر کوئی شخص اسلام قبول کرنے کے بعد اسے چھوڑ دے یعنی مرتد ہوجائے تو سزا کا مستوجب ہے کیونکہ اس نے مسلمانوں میں بددلی اور انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی ہے ۔ ایک کافر کو مسلمان کرنے کیلئے جبر نہیں لیکن ایک مسلمان کو پابند کرنے کیلئے ضروری اور جائز ہے ۔ یہ بات بلکل غلط ہے ۔ Religion is a personal affair.

لیکن جو لوگ اسلام قبول کرلیں اور اس کے بعد دین کے مطابق زندگی نہ گزاریں حدودالٰہیٰ کو توڑیں اور حکم الٰہیٰ کا انکار کریں تو ان کو دین کا پابند بنانے کیلئے سختی سے مراد سختی نہیں ، یہ دراصل اسلام کو باقی اور منظم رکھنا ہے ۔

نجی زندگی کا تحفظ :۔ اسلام ہر شخص کو یہ حق دیتا ہے کہ اس کی پرائیویٹ زندگی میں کوئی بے جا مداخلت نہ کرے ۔ قرآن مجید میں سورۃ النور میں ارشاد ربانی ہے :

" یایھاالذین امنو لا تدخلو بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا تسلموا علی اھلھا ذالکم خیرلکم لعلکم تذکرون " (النور ۲۴ : ۲۷ ، ۲۸) کس قدر پاکیزہ اور سادگی کی تعلیم ہے ۔ بعض اوقات آدمی ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ وہ یہ نہیں چاہتا کہ دوسرے اس کو اس حالت میں دیکھیں ۔ آقاء صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی کے گھر جاتے تو اجازت لینے سے پہلے دروازہ کے دائیں یا بائیں کھڑے ہوتے تھے ۔ سامنے نہیں کھڑے ہوتے تھے ، تاکہ اندر کی چیزوں پر نگاہ نہ پڑے ۔

حدیث نبوی ہے : کہ " آدمی خود اپنے گھر میں بھی اچانک داخل نہ ہو بلکہ اس طریقے سے کہ اہل خانہ کو خبر کردے تاکہ اپنی ماں ، بہن پر ایسی حالت میں نظر نہ پڑے جس سے اسے خود ناگواری ہو " ۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے " ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ میں تشریف فرما تھے ۔ ایک شخص نے اندر نظر ڈالی آپ کے ہاتھ میں ایک سلائی تھی آپ نے فرمایا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم دیکھ رہے ہو تو اس سلائی سے تمھاری آنکھ پھوڑ دیتا " ایک مرتبہ ایک آدمی آیا اور آپکے دروازے کے سامنے کھڑا ہوگیا آپ نے فرمایا دروازے کے دائیں یا بائیں کھڑے ہو کیوں کہ اجازت لینے کا حکم اسی لیے دیا گیا ہے کہ گھر کی اندر کی چیزوں پر نگاہ نہ پڑنے پائے ۔ اسی طرح ہر شخص کو یہ بھی حق ہے کہ وہ اپنے گھر میں دوسروں کی تاک جھانک شوروغل اور بے جا مداخلت سے محفوظ ہو تاکہ اسکی گھریلو پردہ داری برقرار رہے ۔ ہر شہری کا یہ بنیادی حق ہے کہ اس کی عزت محفوظ ہو ۔ آقاء نامدار صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر ارشاد فرمایا " تمھاری جانیں اور تمھارے مال اور تمھاری آبروئیں ویسی ہی حرمت رکھتی ہیں جیسے آج کے دن کی حرمت ۔ وہاں قیامت تک کیلئے عزت وآبرو کی حرمت قائم کی تحفظ عزت کے بارے میں قرآن مجید میں واضح

ارشادات موجود ہیں: جیسے

(۱) کوئی ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائے (۲) ایک دوسرے کی تزحیق نہ کرے (۳) ایک دوسرے کی اعلانیہ یا اشاروں سے تذلیل نہ کی جائے (۴) ایک دوسرے پر برے نام نہ رکھیں۔

سورۃ الحجرات: " یایھاالذین امنو لایسخرقوم من قوم عسیٰ ان یکون خیرا منھم .... ولا تلمزوا انفسکم ولاتنابزو بالالقاب بئس اسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاؤلیک ھم الظلمون " (الحجرات ۲۶: ۱۱)

ترجمہ:- " اے لوگوں جو ایمان لائے ہو نہ تمسخر اڑایا کرے مردوں کی۔ ایک جماعت دوسری جماعت کا شاید وہ ان مذاق اڑانے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں مذاق اڑائیں دوسری عورتوں کا شائد وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عیب لگاؤ ایک دوسرے پر اور نہ برے القاب سے کسی کو بلاؤ۔ کتنا ہی برانام ہے مسلمان ہوکر فاسق کہلانا"

صاحب " ضیاء القرآن " رقمطراز ہیں: " ان آیات میں مسلمانوں کو تمام ایسی باتوں سے سختی سے روکا گیا ہے جن کے باعث اسلامی معاشرہ کا امن وسکون برباد ہوتا ہے۔ محبت وپیار کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور خون خرابہ شروع ہوجاتا ہے۔ اس سلسلہ میں پہلا حکم یہ دیا گیا کہ ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑایا کرو۔ مذاق اسی کا اڑایا جاتا ہے جس کی عزت واحترام دل میں نہ ہو۔ جب آپ کسی کا مذاق اڑاتے ہیں تو گویا آپ اس چیز کا اعلان کررہے ہیں کہ اس شخص کی میرے دل میں کوئی عزت نہیں۔ جب آپ اس کی عزت نہیں کرتے تو اسے کیا پڑی ہے کہ وہ آپ کا احترام کرے" (ضیاء القرآن جلد چہارم صفحہ نمبر ۵۹۳)

صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں۔ (اسی آیت کی تشریح)

ایک دوسرے کی عزت پر حملہ ایک دوسرے کی دل آزادی، ایک دوسرے سے بدگمانی اور ایک دوسرے کے عیوب کا تجسس درحقیقت یہی وہ اسباب ہیں، جن سے آپس میں عداوتیں پیدا ہوتی ہیں اور پھر دوسرے اسباب سے ملکر ان سے بڑے بڑے فتنے رونما ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں جو احکام آگے کی آیتوں میں دیئے گئے ہیں اور ان کی جو تشریحات احادیث میں ملتی ہیں۔ انکی بنا پر ایک مفصل قانون ھتک عزت (Law of Libel) مرتب کیا جاسکتا ہے" تفہیم القرآن جلد ۵، ص: ۸۴

اسلام میں اس بنیادی حق کی اس قدر اہمیت ہے کہ جھوٹی تہمت لگانے والے کو ایک سنگین مجرم قرار دیا گیا ہے اور اس کی سزا قرآن مجید میں اسی (۸۰) کوڑے رکھی گئی ہے۔

" والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتو باربعۃ شھداء فاجلدو ھم ثمنین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا واولیک ھم الفسقون " (النور ۲۴: ۵)

ترجمہ :- " اور جو لوگ عیب لگاتے ہیں ، حفاظت والیوں کو پھر نہ لائے چار مرد شاھد تو مارو انکو اسی درے اور نہ مانو انکی کبھی گواہی اور وہ ہی لوگ ہیں نافرمان " اسلامی قانون کی روح سے اگر یہ بات ثابت ہوجائے کہ کسی نے کسی کی عزت پر حملہ کیاجائے تو خواہ مظلوم کمزور ہویا قوی زیادتی کرنے والے کو بہرحال سزا دی جائیگی ۔ لیکن مغربی قوانین کی رو سے توہین عزت کا دعویٰ کرنے والے کو یہ ثابت کرنا پڑتا ہے کہ وہ معزز ہے یا نہیں ۔ اگر زیادتی کرنے والا صاحب اثرورسوخ ہو تو اس بحث میں غریب کو اور زیادہ ذلیل کیا جاتا ہے ۔ اسلامی قانون کی رو سے ملزم کا مجرم ہونا ہی کافی ہے خواہ اسی کا تعلق کسی قوم یا قبیلہ سے ہو ۔ بحرحال تحفظ عزت کا بنیادی حق اسلام ہی کو عطا کیا ہوا ہے ۔

آزادی رائے کا حق :- اسلام بنیادی طور پر آزادی اور حریت کا دین ہے ۔ اس سلسلہ میں وہ لوگوں کو سیاسی آزادی کا حق عطا کرتا ہے ۔ اسلام میں لوگوں کو حق حاصل ہے کہ وہ اسلامی حدود کے اندر رہتے ہوئے حکومت کی پالیسیوں کے بارے میں کوئی بھی رائے رکھ سکتے ہیں اس پر پابندی نہیں کہ عوام حکومت کی وضع کردہ پالیسیوں سے یا طریق کار سے متفق ہوں وہ ان سے اختلاف بھی کرسکتے ہیں اور اپنی رائے کو دوسرں تک پہنچانے اور منوانے کیلئے تحریر وتقریر سے بھی مدد لے سکتے ہیں ، لیکن آزادی رائے کی آڑ میں دنگا فساد ، اشتعال اور بغاوت کی اجازت نہیں دی جاسکتی ۔ مغربی تصور میں مافی الضمیر کا اظہار اسلام سے بالکل مختلف ہے ، بے حیائی پھیلانا تو درکنار اسلام اس کی بھی (اجازت نہیں دیتا) مزاحمت کرتا ہے اور ایسا کرنے والے کو دنیا وآخرت میں رسوائی وعذاب کی خبر سناتا ہے ۔ ارشاد ربانی ہے : " ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ واللہ یعلم وانتم لا تعلمون " (النور ۲۴ : ۱۹)

" اس حق کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی پر تنقید بھی کرنا ہوتو گالی اور دشنام طرازی کی ہرگز اجازت نہیں ہے ، البتہ اشاعت معروف کے سلسلہ میں اظہار رائے کی آزادی کا نہ صرف حق ہے بلکہ اس کی اشاعت کرنا فریضہ ہے ۔ اسلامی تاریخ کے اولین دور میں عرب کے بدو بھی خلفاء اسلام پر بھرے مجمع میں تنقید کرتے تھے اور خلفاء تنقید کی روشنی میں اپنا حکم بھی بدل دیتے تھے ۔ اس کی زد میں مثال وہ واقعہ ہے جس میں حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ تقریر کے دوران لوگوں کو زیادہ مہرباندھنے سے منع کیا تو ایک عورت مجمع میں اٹھ کھڑی ہوئی اور کہا " اے عمرؓ تمھیں حق کس نے دیا ہے کہ تم عورتوں کے اس حق کو غصب کرو جو انہیں خدا نے عطا کیا ہے " یہ کہہ کر عورت نے قرآن مجید کی درج ذیل آیت پڑھی : " ولواتیتم احدیھن قنطارا فلا تاخذومنہ شیئاً "

" عورت نے اس آیت سے استنباط کیا کہ عورت کا حق مہر تو ڈھیرسارے خزانہ کے برابر بھی

ہوسکتا ہے پس یہ عورت کا حق ہے اور کسی کے حق کو سلب نہیں کیاجاسکتا " عورت کی جرات مندانہ اور دلائل سے مزین تقریر سن کر حضرت عمرؓ نے برملا کہا " عورت نے ٹھیک کہا اور عمرؓ نے غلطی کی " اس پر حضرت عمرؓ نے اپنا حکم واپس لے لیا۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ جمعہ کا خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے تو ایک بدو کھڑا ہوگیا اور کہا " اے عمر خدا کی قسم ہم تیری بات ہرگز نہ سنیں گے جب تک تو یہ نہ بتائے کہ مال غنیمت کے کپڑے سے ہمارا تو کرتہ نہیں بنا تیرا کیسے بن گیا ہے " اس پر آپ بیٹھ گئے اور انہوں نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ اس کا جواب دے ، آپ کا بیٹا کھڑا ہوگیا اور کہا " اے لوگو! میں نے اپنے حصہ کا کپڑا بھی اپنے والد کو دے دیا جس سے انکا کرتہ بن گیا " اس پر بدو نے کہا " ٹھیک ہے اب عمرؓ اٹھ اور تقریر کر اور بدو مطمئن ہوکر بیٹھ گیا " اسلامی ریاست میں عوام پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست نے اس کو جو حقوق عطا کئے ہیں ان کا ناجائز استعمال نہ کرے ، مثلاً ریاست میں اسے آزادی تحریر و تقریر ملی ہے اسے چاہے کہ اس حق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اشتعال انگیزی اور لاقانونیت کو نہ پھیلائے اور نہ ہی دوسروں پر کیچڑ اچھالے کیونکہ اس طرح دوسروں کے حقوق پامال ہوتے ہیں ، مثلاً اسلامی ریاست میں عوام کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ آزادی تحریر وتقریر کے نام پر نظریہ اسلام کی مخالفت کریں یا بے حیائی اور فحش لٹریچر پھیلائیں۔

امور حکومت میں شرکت کا حق :- اسلام کے نزدیک دنیا میں انسانی حکومت دراصل خلافت اللہیہ کہلاتی ہے یہ منصب کسی ایک شخص یا خاندان کو حاصل نہیں ہوتا ، بلکہ پوری ملت اسلامیہ کو اس حکومت میں شرکت کا حق ہے ۔ ارشاد ربانی ہے : " **وعداللّٰہ الذین امنو منکم وعملو الصلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امناً** " (النور ۱۸ : ۵۵)

ترجمہ :- " وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور نیک عمل کئے کہ وہ ضرور خلیفہ بنائے گا انھیں زمین میں جس طرح اس نے خلیفہ بنایا ان کو جو ان سے پہلے تھے اور مستحکم کردیگا ان کے لئے ان کے دین کو جسے اس نے پسند فرمایا انکے لیے اور ضرور بدل دیگا انہیں انکی حالت خوف کو امن سے "

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ منصب خلافت ایک اجتماعی مذہب ہے جس میں مسلم امت کے ہر شخص کو شریک ہونے کا حق ہے ۔ اس مشترک نظام خلافت کو چلانے کیلئے جو عملی صورت قرآن مجید میں ارشاد ہے وہ ایک مشاورتی نظام ہے ۔ جیسا ارشاد ربانی ہے : " **وامرھم شوری بینھم** "

اس اصول کے مطابق اسلام ہر شخص کو یہ حق دیتا ہے کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ امور حکومت میں شریک ہو۔ اسلام میں اس بات کی کوئی اجازت نہیں کہ کوئی شخص یا جماعت عوام الناس کو بے دخل کر کے حکومت کے اختیارات خود سنبھال لے اور اسلام میں یہ بات بھی غلط ہے کہ مشاورت کا محض ڈھونگ رچاکر لالچ فریب یا جبر سے خود منتخب ہوجائے اور مجلس شوریٰ میں اپنی مرضی کے مطابق افراد منتخب کرے ایسا کرنا نہ صرف مخلوق کے ساتھ زیادتی ہے بلکہ خالق کائنات کے ساتھ بھی غداری ہے، کیونکہ یہ منصب اللہ کی طرف سے ملت اسلامیہ کو بطور امانت ملا اور فریب اور دھوکہ سے جو انتخاب بھی ہوگا وہ خیانت شمار ہوگا۔ اس بنیادی حق کی رو سے ہر شخص کو حکومت سے اختلاف رکھنے، تنقید کرنے کا بھی حق ہے۔

معصیت سے اجتناب کا حق:- اسلام ہر فرد کو یہ حق دیتا ہے کہ اسے کسی قسم کے گناہ پر مجبور نہ کیا جائے اگر کسی ملک کا سربراہ ایسا حکم دے جس میں شریعت کی نافرمانی ہو تو ہر فرد ایسی اطاعت سے انکار کا حق رکھتا ہے اور وہ انکار اسلامی قانون کی رو سے کوئی جرم نہیں ہوگا بلکہ معصیت کا حکم دینا ہی جرم ہے، جس پر ملک کا سربراہ قابل مواخذہ ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

"لاطاعة لمخلوق فی المعصية الخالق" ترجمہ:- خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں" اس اصول کے مطابق اسلامی حکومت یا اس کا کوئی ادارہ یا افسر اپنے کسی ماتحت یا رعایا کو کوئی ایسا حکم نہیں دے سکتا، جو اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے منافی ہو اور اگر کوئی ظالم حاکم بن جائے اور وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے خلاف کوئی حکم دے تو اس کی اطاعت مسلمانوں پر واجب نہیں، اگر اطاعت سے انکار پر کوئی حاکم اپنے ماتحت کے خلاف کسی قسم کی کاروائی کرے تو وہ عدالت کی طرف رجوع کر سکتا ہے کیونکہ یہ بھی اس کا بنیادی حق ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے اخلاق و کردار کا تحفظ بھی اسلامی ریاست پر واجب ہے اور ہر مسلمان کو اخلاق کے دائرے میں زندگی بسر کرنے کا حق حاصل ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"تعاونوعلى البروالتقوىٰ ولا تعاونو على الاثم والعدوان"

ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حق:- قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"لایحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم" (النساء ۴: ۱۴۸)

ترجمہ:- اللہ بری بات کے مشہور کرنے کو پسند نہیں کرتا سوائے اس کے جس پر ظلم کیا گیا ہو"

اس آیت کی رو سے ہر شخص کو بنیادی حق ہے کہ وہ ظلم کے خلاف اپنی آواز بلند کرے یہ صرف انفرادی حق ہی نہیں بلکہ اگر کوئی جماعت یا گروہ اقتدار پر قبضہ کر کے پوری آبادی پر ظلم ڈھائے تو

اس کے خلاف احتجاج کیا جاسکتا ہے اس حق کو سلب کرنے کا کسی کو بھی اختیار نہیں اگر کوئی حکومت اس حق کو دباتی ہے تو وہ خود ہی خدا سے بغاوت کی بنا پر حکم دینے کا اختیار نہیں رکھتی لہذا جہاں ظلم کرنے سے روکا گیا ہے وہاں ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے: "بہترین جہاد جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق بیان کرنا ہے"

معاشی حقوق :- اہل یورپ عام طور پر یہ خیال کرتے ہیں کہ اسلام صرف عبادات اور اذکار کا مذہب ہے اور معاشی تگ ودو صرف دنیاداری ہے، اس کا اسلام سے تعلق نہیں یہ نظریہ سخت گمراہ کن ہے۔ اس نظریہ نے ایک طرف جہاں اسلام کو ایک پرائیویٹ معاملہ بنادیا ہے تو دوسری طرف مسلمانوں کو اپنے معاشی حقوق کیلئے سوشلزم، کمیونزم اور کیپٹل ازم کی طرف رجوع کرنے پر مجبور کردیا ہے۔ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہونے کے حوالے سے انسانی زندگی کا نہایت اہم پہلو یعنی معاشی زندگی کی اصلاح اور معاشی تحفظات کا بھی ضامن ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کوئی مذہب بھی معاشی پہلو کو نظرانداز کرکے ایک سچے یا فلاحی مذہب کا دعویدار نہیں ہوسکتا۔ آنحضورؐ نے اس نازک پہلو کی طرف یوں اشارہ کیا ہے: "کادالفقران یکون کفرا" قریب ہے کہ غربت انسان کو کفر تک لے جائے" اسلام اپنے ماننے والوں کو مال کمانے اور خرچ کرنے کی کھلی چھٹی نہیں دیتا بلکہ اس ضمن میں جائز وناجائز اور حلال وحرام کی حدود متعین کرتا ہے۔ جدید معاشی نظریات کے مقابلہ میں اسلامی نظام معیشت اس لحاظ سے بھی اعلیٰ وارفع ہے کہ اس کا ضابطہ حیات حلال وحرام جامع بے مثل اور منفرد طرز کا ہے۔ اسلام میں حلال وحرام کے امتیاز کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس ضابطے کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ کوئی کاروبار یا پیشہ خواہ مادی نقطہ نظر سے کتنا ہی منفعت بخش ہو اگر اسلام نے اسے حرام قرار دیا ہے تو کوئی مسلمان اسے اختیار میں کرسکتا۔

اسلام نے کمائی کے ایسے تمام ذرائع کو ناجائز قرار دیا ہے جس سے خدا کے احکام کی خلاف ورزی ہوتی، دوسرے افراد کو یا اجتماعی طور پر پوری ملت یا ملک یا معاشرے کو اخلاقی یا مادی نقصان پہنچ سکتا ہو یا ایسے تجارتی طریقے جن میں سے کسی ایک فریق کا یقینی طور پر فائدہ ہو اور دوسرے فریق کا فائدہ مشتبہ ہو اسلام اس ذریعہ آمدنی کو ناجائز اور حرام قرار دیتا ہے۔ جس سے دوسرے لوگوں کا استحصال ہوتا ہے جبکہ سرمایہ دارانہ نظام میں معاشرہ دوگروہوں میں تقسیم ہوجاتا ہے۔ ایک طرف سرمایہ دار کو زندگی کی بنیادی ضروریات کے ساتھ ساتھ تعیشات بھی حاصل ہوتی ہیں، جبکہ دوسرے طبقے کو بنیادی ضروریات زندگی بھی میسر نہیں ہوتے۔ سرمایہ دار مزدور کا استحصال کرتا ہے، اس نظام میں مزدور کی محنت کا بڑا حصہ محض اس کی مجبوری ولاچاری کی بنا پر سرمایہ دار ہضم کرجاتا

ہے اسکے خون پسینے کی کمائی سے سرمایہ دار کیلئے عیاشیوں کے سامان مہیا ہوتے ہیں بقول شاعر مشرق

؎ تو قادر و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں ہیں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات

اہل یورپ کا اقتصادی نظام ایک ایسے معاشرے کو پروان چڑھاتا ہے جس میں دولت کو مجازی خدا کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ سرمایہ دار اللہ کے احکام کو پس پشت ڈال کر حیوانوں کی طرح بغیر کسی پابندی کے وہ سب کچھ کر گزرتا ہے جس سے اس کی دولت میں اضافہ ہو اسلام کے نزدیک دولت بری چیز نہیں بلکہ خیر ہے فضل خدا ہے۔ اپنی ضروریات کیلئے دولت جمع کرنا بھی معیوب نہیں بلکہ ضروری ہے لیکن اگر انسان اپنے خالق کو فراموش کرکے دولت کا پجاری بن جائے ہر وقت اس اضافے کی فکر میں لگا رہے تو پھر یہی دولت ہلاکت کا سبب بن جاتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

" الھکم التکاثر حتیٰ زرتم المقابر " ترجمہ:۔ "لوگو! تم کو مال میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے نے غافل کردیا۔ یہاں تک کہ تم نے قبریں جادیکھیں۔" (التکاثر ۱:۲)

اسلام یہ تصور بھی دیتا ہے کہ حلال اور پاکیزہ چیزیں بھی ہمارے لیے تب ہی حلال ہونگی جب ہم جائز طریقے سے انہیں حاصل کریں گے۔ ناجائز ذرائع سے حاصل کردہ حلال چیز بھی حرام ہوجاتی ہے جبکہ اہل یورپ کے اقتصادی نظام میں منافع کا لالچ بنیادی حیثیت لئے ہوئے ہے۔ آجر صرف اسی شے کی تیاری کو ترجیح دیتے ہیں جس میں انہیں زیادہ منافع حاصل ہونے کی امید ہو، خواہ وہ معاشرتی فلاح و بہبود کیلئے فائدہ مند ہو یا نقصان دہ انہیں اس چیز سے کوئی غرض نہیں اس نظام پر اسٹگلر یوں تبصرہ کرتے ہیں: "اگر کسی شہر میں آب رسانی کے انتظام کی ضرورت ہو اور عین اسی وقت اعلیٰ قسم کی شرابوں کی تیاری زیادہ منافع بخش ہو تو کاروباری حضرات اپنا سرمایہ آب رسانی کے انتظام کی بجائے شراب کی تیاری میں لگانے کو ترجیح دیں گے" جبکہ اسلام میں اکتساب مال اور صرف مال پر جو پابندیاں عائد کی گئی ہیں وہ اس لیے بھی ہیں کہ یہاں نظام معاش محض نظام معاش کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ یہ نظام الاخلاق کے قیام کیلئے ہے، یعنی غیر اسلامی نظام میں معاش برائے معاش ہے اور اسلام میں معاش برائے اخلاق ہے۔ اسلام نے آمدنی کے ان تمام راستوں پر پابندی عائد کردی ہے جو اخلاقی زندگی سے مطابقت نہیں رکھتے۔ سرمایہ دارانہ نظام پر اس کام کو محنت تصور کیا جاتا ہے جس سے مادی معاوضہ حاصل ہو اخلاقی یا غیر اخلاقی قدروں کو مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ دوسری طرف اشتراکیت جلدی محنت کی قائل ہے لیکن اسلام نہ تو معاش کے ضمن میں اخلاقی قدروں کو پامال کرنے کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی جلدی محنت کا قائل ہے۔ اسلام اس محنت کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جو اخلاقی حدود کے اندر ہو اور اجرت و منفعت کے اعتبار سے آزاد ہو۔

حافظ راشد الحق سمیع حقانی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی خدمت میں پانچ روز

(آخری قسط)

حضرت علی میاں مدظلہ نے آج اپنے عظیم استاذ حضرت لاہوری صاحب رحمہ اللہ کے مزار پر جانے کا پروگرام بنایا۔ جامعہ اشرفیہ سے چند گاڑیوں کا قافلہ میانی صاحب کے قبرستان کی جانب روانہ ہوا۔ اس قبرستان میں ایک عالم محو استراحت ہے۔ یہاں علم ودانش اور حکمت ومعرفت کے بڑے بڑے آسمان زیرزمین محوخواب ہیں۔ حضرت لاہوری صاحبؒ کے مزار پر تقریباً ہم نو بجے پہنچے۔ مولانا اجمل قادری صاحب، حضرت علی میاں مدظلہ کو سہارا دے کر مزار پر لے گئے۔ حضرت علی میاں مدظلہ یہاں اپنے استاذ کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ سارے ماحول پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ حضرت نے یہاں پر کافی دیر تک اوراد، وظائف واذکار پڑھے اور حضرت شیخؒ کی روح کیلئے ایصال ثواب کے طور پر فاتحہ پڑھی۔ ان کے چہرے مبارک پر عقیدت اور محبت کے آثار نمایاں تھے۔ یہاں پر کچھ دیر قیام فرمانے کے بعد ہمارا قافلہ شاہی مسجد کی جانب روانہ ہوا، میانی صاحب کے قبرستان کے بیچوں بیچ غازی علم دین شہیدؒ کے مزار سے گزرتا ہوا شاہی مسجد پہنچا۔ جس کے سیڑھیوں کے قریب مفکر اسلام حضرت علامہ اقبال نوراللہ مرقدہ کا مزار ہے۔ ہمارا مختصر سا قافلہ مزار اقبالؒ کے سامنے رکا۔ ہم سب حضرت کی معیت میں حضرت اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر پر پہنچے حضرت علی میاں مدظلہ اور جناب مولانا فضل رحیم صاحب، مولانا اجمل قادری صاحب اور راقم حضرت کی پہلو میں کھڑے تھے اور مولانا علی میاں مدظلہ مزار اقبالؒ کے دائیں پہلو میں کھڑے تھے۔ عقیدت ومحبت، جذب وکیف کا ایک عجیب عالم تھا۔ علامہ اقبالؒ کی شاعری کا بہترین اور ممتاز ترین شارح عقیدت کے ساتھ سر جھکائے کھڑا تھا۔ میں جو حضرت اقبالؒ کا مجنونانہ حد تک عاشق وپروانہ ہوں۔ یہ منظر دیکھ کر پھولے نہیں سما رہا تھا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ حضرت علی میاں مدظلہ علامہ اقبالؒ کے مزار پر بھی حاضری دینے جائینگے۔ لیکن دل میں ایک تمنا تھی کہ کاش کہ حضرت کو کچھ وقت ملے یا مجھ میں اتنی جرات ہو کہ حضرت سے کہوں کہ علامہؒ کے مزار پر بھی جانا

چاہئیے۔ فاتحہ پڑھنے کے بعد مولانا اجمل قادری صاحب نے حضرت علی میاں مدظلہ کو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خواب سنایا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ "علامہ اقبالؒ جنت کے باغیچوں میں گھوم رہا ہے"۔ یہ سن کر حضرت کا چہرہ مبارک کھل اٹھا۔ آپ نے مزار کے احاطے میں سارا وقت حضرت اقبالؒ کے فارسی کلام کے اشعار آہستہ آہستہ پڑھتے رہے، میں محسوس کرہا تھا کہ حضرت کو یہاں آکر کتنی بڑی خوشی اور مسرت ہورہی ہے بعد میں آپ شاہی مسجد دیکھنے کیلئے تشریف لے گئے۔ بعض افراد نے کہا کہ یہاں نیچے سے ہی آپ مسجد دیکھ لیں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ مجھے اوپر مسجد میں جانا ہے۔ آپ نے شاہی مسجد کی لمبی سیڑھیاں جذب وشوق کیساتھ خود ہی طے کیں۔ اور کسی کرسی وغیرہ کا سہارا قبول نہیں کیا۔ حضرت مدظلہ نے مسجد کے صدر دروازے میں شرکاء سمیت دو رکعت نوافل پڑھے اور ایک بھرپور نگاہ مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی یادگار اپنے زمانہ طالب علمی کے دور کے مسکن پر ڈالی۔ آپکی نگاہوں سے عقیدت ٹپک رہی تھی۔ اور انس و محبت کی قوس قزح جھلکتی تھی۔ آپ نے صحن سے گزرتے ہوئے مسجد کی دائیں طرف کے پہلے حجروں کی طرف اشارہ کیا کہ یہاں پر میں نے زمانہ طالب علمی میں چندماہ قیام کیا تھا۔ راقم نے حضرت سے دریافت کیا کہ یہ کس زمانے کی بات ہے؟ آپ نے فرمایا ۱۹۳۰ء کے قریب کا وقت تھا۔ اس کے بعد حضرت نے ہمارے استفسار پر اور کئی مختلف واقعات سنائے۔ کہ

؎ غزل اس نے چھیڑی مجھے ساز دینا ذرا عمر رفتہ کو آواز دینا

حضرت نے مسجد کے ہال میں بھی دو رکعت نوافل ادا کیے اور اسکے بعد ایک لمبی نشست ہوئی جس میں کئی تاریخی واقعات سننے کو ملے۔ شاہی مسجد سے نکلتے وقت حضرت نے دوبارہ بیٹھنے کیلئے کہا۔ اور کرسی ڈال کر حضرت کافی دیر تک مسجد اور اسکے میناروں کو دیکھتے رہے۔ نجانے اس دوران حضرت ماضی کی کن یادوں میں محو تھے؟۔ مولانا علی میاں مدظلہ نے حضرت لاہوریؒ، شاہی مسجد اور مزار اقبالؒ کے بعد اب اورینٹل کالج کو تشریف لے گئے۔ یہاں پر ڈاکٹر ظہور احمداظہر صاحب (صدر رابطہ ادب اسلامی پاکستان) اور رابطے کے ناظم جناب ڈاکٹر محمودالحسن عارف صاحب اپنے دیگر ساتھی پروفیسرز لاہور شہر کے دانشوروں، علماء اور کافی تعداد میں وہاں جمع سٹوڈنٹس نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے کالج کے ہال میں شرکاء مجلس کو اپنے بڑے قیمتی حالات اور واقعات زمانہ طالب علمی کے سنائے۔ حضرت یہاں آکر بہت خوش تھے۔ کیونکہ یہ محفل علماء، دانشورز، پروفیسرز حضرات کی تھی۔ آپ نے لمبی گفتگو فرمائی اور ایک واقعہ بھی سنایا کہ جب ہندوستان سے میں پہلی دفعہ لاہور آیا یہاں پر ہمارے رشتہ دار تھے۔ انہوں نے میری پڑھائی کے سلسلے میں اس کالج کے پرنسپل سے

مشورہ کرنا چاہا ۔ پرنسپل صاحب نے ہمیں کھانے کی دعوت پر گھر بلایا ۔ دوسرے دن کالج کے سارے لوگ حیران تھے ۔ کہ یہ تو بڑی انوکھی اور اعزاز والی بات ہے کہ پرنسپل صاحب نے آپکی دعوت کی ہے ؟ بہرحال میری چند عربی زبان کی تحریریں ہمارے رشتہ دار نے آپکو دکھائیں اور یہ بھی بتایا کہ یہ سکول میں بھی بہت تیز ہیں اور ان کا تعلیمی ریکارڈ بہت اچھا ہے ۔ آگے عصری علوم میں ان کو کس مضمون میں داخل کریں ؟ پرنسپل نے میری عربی استعداد اور تعلیمی کوائف کے بعد ہمارے عزیز کو بتایا کہ اس لڑکے کو عربی علوم وفنون کی طرف پوری توجہ دینی چاہئیے یہی اسکا اصل میدان ہے ۔ اس کے لیے یہی بہترین راستہ ہے ۔ چنانچہ ان کے مشورے کے بعد میری بھرپور توجہ اسلامی عربی علوم وفنون کی جانب مبذول ہوئی ۔ اس موقعہ پر حضرت مدظلہ نے فرمایا کہ پرنسپل صاحب جو انگریزی تعلیم کے پڑھے ہوئے اور بڑے استاذ تھے اگر وہ چاہتے تو مجھے کالج اور یونیورسٹی کی طرف متوجہ کرنے کی تلقین کرتے ۔ لیکن ان کی عالی ظرفی اور وسعت فکر ونظر نے درست اندازہ کرتے ہوئے ایک اچھا فیصلہ کیا ۔ آپ نے پرنسپل صاحب اور کالج کے بارے میں بڑے اچھے تاثرات کا اظہار کیا۔ حضرت کی اس مبارک مجلس میں ملک کے ممتاز خطاط حضرت مولانا نفیس شاہ صاحب مدظلہ جو کہ حضرت کے پیر بھائی بھی ہیں (اور مسلسل آپکی خدمت میں پانچ چھ روز تک رہے)۔ اس کے علاوہ جناب حضرت مولانا فضل رحیم صاحب مدظلہ اور جناب حضرت مولانا عبدالرشید ارشدصاحب مدظلہ ایڈیٹر " الرشید" اور مکہ معظمہ کے جناب مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب مدظلہ اور مکہ ہی کے جناب مولانا سعیداحمد صاحب اور دیگر اہل علم حضرات جمع تھے ۔ یہاں حضرت نے کالج کے مختلف حصے دیکھے اور خصوصاً وہ کمرہ بھی دیکھا جہاں آپ نے پرنسپل سے ملاقات کی تھی ۔ کالج کے بعد حضرت مدظلہ یونیورسٹی کیمپس کے شیخ زاید سنٹر تشریف لے گئے جہاں آپ کے اعزاز میں ایک بڑی تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا ۔ ہال میں طلبا وطالبات کی ایک بڑی تعداد جمع تھی اور طالبات کیلئے خصوصی پردے کا انتظام تھا ۔ آپ کو خطبہ استقبالیہ پیش کیا گیا اس کے بعد حضرت نے ایک ایسا شاندار جامع ترین پرمغز موجودہ تناظر کے حالات کے عین مطابق بین الاقوامی حالات اور عالمی سیاسی صورتحال ،امریکہ اور مغرب کی سازشوں اور مسلمانوں کے موجودہ مسائل کے متعلق اثرانگیز خطاب فرمایا ۔ حضرت مدظلہ کا یہ خطاب تاریخی نوعیت کا تھا ۔ بعد میں جب حضرت علی میاں مدظلہ جامعہ اشرفیہ تشریف لے گئے تو راقم نے آپکو گاڑی سے اتار کر سہارے سے رہائش گاہ کی طرف لے جارہا تھا تو میں نے آپ کے حضور آہستہ سے عرض کیا کہ حضرت آج کا خطاب ہر لحاظ سے تاریخی اور نہایت اچھا تھا اور اسی طرح اپنے تاثرات کا اظہار کیا ۔ حضرت مدظلہ نے استفہاماً

دریافت کیا کہ آپ وہاں موجود تھے۔ آپ نے تقریر سنی؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں تو آپ کے حضور صبح ہی سے آپکی مجالس میں شرکت کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔ اس موقعہ پر آپ نے میرے تاثرات کے بارے میں انتہائی متواضعانہ انداز میں فرمایا کہ "ہم کہاں کے اچھے ہیں"
حضرت لاہور میں قیام کے دوران رائے ونڈ بھی تشریف لے گئے اور تقریباً آدھا دن آپ نے تبلیغی مرکز میں گزرا۔ آپ نے وہاں پر ایک روح پرور اور ایمان افروز خطاب فرمایا۔ اور تبلیغی جماعت کے بانیین حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور حضرت جیؒ کے ساتھ اپنے تعلق کا ذکر کیا۔ اور ان کی حیات طیبہ پر روشنی ڈالی اور پھر تبلیغی جماعت کے اغراض ومقاصد اور اہمیت کے متعلق گراں قدر کلمات فرمائے اور موجودہ دور میں اسکی ضرورت اور افادیت کی طرف اشارہ کیا۔ بعد میں آپ نے وہیں دوپہر کی نماز پڑھی۔ حضرت کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے مرکز میں انسانوں کا ایک سیلاب امنڈ آیا تھا۔ اس موقعہ پر جناب حاجی عبدالوہاب صاحب اور دیگر اکابرین جماعت موجود تھے۔ اس سے قبل یہ حضرات مولانا علی میاں مدظلہ سے ملنے کیلئے جامعہ اشرفیہ تشریف لا چکے تھے۔ اس کے علاوہ جناب حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب مدظلہ بھی مسلسل آپ کے ساتھ ہر جگہ رہے۔ رائے ونڈ جانے سے قبل میاں محمد شریف (وزیراعظم کے والد) اور میاں شہباز شریف (وزیراعلیٰ پنجاب) کے بار بار اصرار اور دعوت پر آپ مختصر وقت کیلئے ان کے فارم پر بھی تشریف لے گئے۔ (جو راستے میں واقعہ ہے) فارم کے رولز کے مطابق حضرت علی میاں مدظلہ اور دیگر شرکاء کو شاہی بگھیوں میں بٹھاکر ان کی فرود گاہ تک پہنچایا گیا۔ جہاں پر میاں شریف صاحب اور ان کے بیٹے میاں شہباز شریف صاحب موجود تھے۔ مہمانوں کی تواضع کا انتہائی پروقار انتظام تھا اور نوٹ کرنے کی بات یہ تھی کہ باوجود درجنوں ملازمین کے دسترخوان پر مہمان داری کے خدمات میاں محمد شہباز شریف نے انجام دیں۔ میاں شریف نے اس موقعہ پر حضرت مدظلہ کو عالم اسلام کی بھرپور خدمات پر خراج تحسین پیش کیا۔ یہاں پر انتہائی مسرت کی بات یہ ہوئی کہ مفتی زین العابدین صاحب نے میاں شریف اور میاں شہباز شریف صاحب کو اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹوں کی طرف توجہ دلائی۔ جس میں ملک میں سپریم لاء کے طور پر قرآن وسنت کے حقیقی نفاذ، بلاسود بینکاری وغیرہ پر عمل درآمد کیلئے کہا گیا ہے۔ اس موقعہ پر حضرت علی میاں مدظلہ نے دعا کے موقعہ پر ان کو نصیحتیں فرمائی اور ان کی توجہ بھی اس جانب مبذول کرائی کہ اللہ نے آپ کو موقعہ دیا ہے کہ اس ملک میں نفاذ اسلام کیلئے سنجیدہ کوششیں کریں۔ حضرت علی میاں مدظلہ نے لاہور کے اپنے دورے میں تمام تقریبات میں شریک حکمرانوں اور ارباب اقتدار حکومت کو بھی بار بار یہ تلقین کی کہ جس مقصد کیلئے پاکستان بنا تھا وہ

مقصد ابھی پورا نہیں ہوا ۔ (خصوصاً سابق صدر فاروق لغاری کو آپ نے "رابطہ" کے پہلے اجلاس کے اختتام پر اور پھر جامعہ اشرفیہ میں جمعہ کے خطبہ میں واضح طور پر شریعت کے نفاذ کیلئے کہا) کہ پاکستان کو حقیقی معنی میں اسلام کا قلعہ بنانا چاہئیے ۔ اور اسکی تہذیب وتمدن اور معاشرت میں واضح طور پر اسلامی اقدار اور روایات کی جھلک نظر آنی چاہئیے ۔

لاہور میں حضرت علی میاں مدظلہ چھ روز اس قدر مصروف رہے کہ اچھے خاصے صحت مند اور جوان بھی تھک گئے لیکن حضرت باوجود ضعف نقاہت اور بیماری کے ہر تقریب ہر مجلس میں خندہ پیشانی سے شرکت فرماتے رہے ۔ "تاریخ دعوت وعزیمت" کے مصنف حقیقی معنی میں خود بھی دعوت وعزیمت کے عملاً پیکر تھے ۔ حضرت علی میاں مدظلہ کی شخصیت کے بے شمار درخشاں پہلو ہیں ، جس کا احاطہ وشمار کسی کی بس کی بات نہیں ۔ آج قحط الرجال کے اس زمانے میں آپکی شخصیت اور آپکی ذات مبارک ایک ایسے گھنے ، تناور اور سبزوشاداب درخت کی مانند ہے جس کے سایہ عافیت کے نیچے عرب و عجم بلکہ سارا عالم اسلام ٹھنڈک محسوس کر رہا ہے ۔ آپکی ذات مبارک آج کے زمانے میں مشاہیر امت کی واحد زندہ یادگار ہے ۔ آپ نے تھوڑے وقت میں اہل پاکستان کو بہت کچھ دیا ۔ آپ نے اپنی تمام تقاریر میں جس سوزوساز اور کرب ودرد کے لہجے میں اہل پاکستان بلکہ مسلمانان ملت کو اسلام کی صحیح تعلیمات کو سمجھنے ان پر عمل کرنے کے لیے اور رسومات بدعات اور مغرب اور اسلام دشمن قوتوں کی ریشہ دوانیوں کے متعلق ان کو آگاہ فرمایا ۔ حضرت نے اپنے عظیم اصلاحی ، فکری ، دعوتی ، تبلیغی خطابات میں قرآنی آیات ، احادیث نبویؐ اور حضرت اقبالؒ کے مومنانہ ومتفکرانہ کلام سے سامعین کے مرجھائے اور پژمردہ دلوں میں ایک نیا ولولہ تازہ بھر دیا ۔

حضرت علی میاں مدظلہ کی روح پرور مجلسوں میں اس گداگر حکمت کو جو کچھ حاصل ہوا وہ علم ودانش کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں اور دانش کدوں میں برسوں میں بھی میسر نہیں ہوسکتا تھا ۔

؎ یہ فیضان نظر تھا کہ مکتب کی کرامت تھی سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

اور یک زمانہ " صحبتے با اولیاء " بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا ۔ آپ کی ملاقات کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک لحظہ علم وآگہی دانش وحکمت اور فہم وفراست سے مزین تھا ۔ اس تہی دامن وبے بضاعت اور کم مایہ نے بڑی کوشش کی کہ ان موجودہ لمحوں اور شب وروز قرب وصال کو غنیمت جان کر ہمیشہ کیلئے قلب ونظر میں جذب کرلوں کیونکہ اسے موقعے بار بار حاصل نہیں ہوتے ۔

؎ اے ذوق کسی ہمدم دیرینہ کا ملنا اچھا ہے ملاقات مسیحا وخضر سے

لیکن وفورشوق اور جذب وکیف کی ملی جلی کیفیات نے بہت کچھ ذہن میں یاد رہنے نہیں دیا۔ ورنہ ارادہ تھا کہ اس حکایت شیریں کو خوب پھیلاؤں گا لیکن

ع سیف ہنگام وصال آنکھوں میں آنسو آگئے

اور اب تو گویا محسوس ہوتا ہے کہ ع خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

آپکی صحبت میں اس شکستہ وریختہ، ناکارہ و کم مایہ کو جو خدمت کی چند گھڑیاں یسر آئیں وہ حاصل زیست ہیں۔ حضرت داداجان نوراللہ مرقدہ کی وفات اور جدائی کے بعد پہلی مرتبہ کسی بزرگ کی مجلس میں وہ سکون وہ قرار وہ اطمینان وہ روحانیت اور نورانیت یسر ہوئی کہ قلم کی زبان اور میرے احساسات اس کے بیان سے دونوں قاصر وعاجز ہیں۔ جب مجھے کوئی حضرت سے دور ہونے یا کسی کام کے متعلق تھوڑی دیر کیلئے کہیں جانے کیلئے کہتا تو میں دل میں کہتا کیوں مدتوں سے فراق کی تپش کے مارے ہوئے کو سایہ دیوار یار سے دور کرتے ہو؟ کہ ع بعد مدت کے ملا ہے سایہ دیوار یار

ان پانچ روز میں میرے ساتھ برادرم مولانا حافظ محمد زبیر حسن صاحب موجود رہے انہوں نے بھی خوب خوب خدمت کی سعادت حاصل کی۔ ساتھ میں حافظ خرم اور مولانا حماد اشرفی بھی شریک رہے۔

۲۸ اکتوبر بروز منگل ۱۹۹۷ء رات کو دہلی کیلئے حضرت کی فلائٹ تھی۔ آج کا دن بچھڑنے کا دن تھا۔ صبح سویرے جامعہ اشرفیہ میں برادرم جناب مولانا اجود صاحب کے گھر کے باہر ایک عظیم ہجوم جمع تھا ان سب کی خواہش تھی کہ حضرت سے الوداعی ملاقات ہو۔ حضرت کو ہم لوگ باہر لان میں لے آئے اور لوگ قطاروں میں کھڑے ہوکر حضرت کی کتابوں اور آٹوگراف بکس پر دستخط لیتے رہے میں نے بھی اپنے تمام اسناد اکوڑہ خٹک سے خصوصی طور پر منگوالی تھیں۔ حضرت نے اس پر دستخط فرمائے جو کہ میرے لیے ایک بڑا اعزاز ہے۔ اسی طرح میں نے حضرت کی خدمت میں کئی کتابوں کے سیٹ بھی پیش کیے خصوصاً حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ پر مرتب شدہ عظیم اور بے مثال "الحق" کا نمبر پیش کیا۔ جسے دیکھ کر حضرت بڑے خوش ہوئے۔ اس طرح "الحق" کا پچاس سالہ تقریبات کے حوالے خصوصی پاکستان نمبر بھی پیش کیا۔ حضرت نے ایک مرتبہ استفہاماً میری کم علمی، کم مائگی اور کم عمری کو دیکھ کر فرمایا کہ اچھا اب آپ "الحق" کے ایڈیٹر ہیں؟

رات کو حضرت مدظلہ کو ہم ائرپورٹ چھوڑنے گئے اور حضرت کو الوداع کہا۔ ائرپورٹ تک حضرت کو گاڑیوں کے ایک بڑے جلوس میں لیجایا گیا۔ دل کی دھڑکنیں تیز تھیں اور احساسات وجذبات کا ایک سیل بیکراں سینوں میں موجزن تھا کہ پھر اسطرح کی بھرپور ملاقاتوں اور وصال کا موقعہ یسر آجائے گا۔۔۔۔۔

* بقیہ ص 54 پر

محمد یونس میو صاحب
لیکچرار اسلامیات ۔ ڈسکہ

اسلامی حکومتیں اور احتساب

احتساب عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی گنتی، شمار، حساب کتاب اور آزمائش وغیرہ کے ہیں۔ انگریزی میں اس کے لئے (MAKING UP ACCOUNTS, RECKONING, COMPUTING ADMINSTRATION OF POLICE, INHIBITION ACCOUTEBILITY) کے الفاظ مستعمل ہیں۔ انسان اس دنیا میں ہمہ وقت احتساب کے عمل سے گزر رہا ہے کیوں کہ ایک بالغ باہوش انسان ہر لحہ ہر آن جو عمل بھی کرتا ہے اللہ کے فرشتے اسکو لکھ لیتے ہیں۔

وان علیکم لحفظین کراماً کاتبین یعلمون ماتفعلون۔ (۱)

اور یہی لکھا ہوا ایک کتاب (نامۂ اعمال) کی شکل میں ایک دن (یوم حساب) اس کے ہاتھوں (دائیں یا بائیں) میں تھما دیا جائیگا۔

فامامن اوتی کتبه بیمینه فیقول هآؤم اقرؤ اکتبه انی ظننت انی ملق حسابیه ۔ (۲)

اور وہ لوگ جن کو یہ نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں ملے گا وہ حسرت ویاس کے عالم میں کہیں گے!

"اے کاش ان کو یہ نہ ملتا اور نہ ان کو اپنے حساب کی خبر ہوتی۔ ولم ادر ماحسابیه (۳)

دنیا میں وہ اس حقیقت سے غافل رہے کہ ان اللہ سریع الحساب۔ (۴) حدیث میں ہے

"من حاسب نفسه فی الدنیا لم یحسابه اللہ یوم القیامیه" "الحسب والمحاسب" کے اصل معانی حساب لینے والا یا حساب کرنے والا کے ہیں۔ آیت "وکفی باللہ حسیباً" میں حسیب بمعنی رقیب ہے یعنی اللہ ان کی نگہبانی کے لیے کافی ہے۔ جو ان سے محاسبہ کرے گا۔ (۵)

فحسا سبنها حساباً شدیداً (۶) اقترب للناس حسابهم (۷)

یہ آیات اور ان جیسی تمام آیات جن میں موت، قبر، عذاب قبر، قیامت کے مناظر، معاد، میدان حشر، میزان، پل صراط اور دوزخ کے حالات کا ذکر ہے، ان کا منشاء و مقصد یہی ہے کہ انسان کے

دل میں فکر آخرت جڑ پکڑے اور حساب وموخذاہ کا خوف اسکے دامن گیر ہوتاکہ وہ اپنے اعمال کی اصلاح کرے۔

یومئذٍ یّصدر الناس اشتاتاً لیروا اعمالھم ٥ فمن یّعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ (۸) اس دن اعمال کو گننے کی بجائے تولا جائیگا۔ پھر وزن کے مطابق جزا یا سزا دی جائیگی۔

فامّا من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیۃ۔ واما من خفت موازینہ فامّہ ھاویہ (۹)

اب اگر احتساب اعمال کے اس تصور کو عقیدہ آخرت سے نکال دیا جائے (انسان غافل ہو جائے) تو پھر اس دنیا کی دینی، مذہبی، معاشرتی اور اخلاقی وانسانی حالت کیا ہوگی اس کا اندازہ قبل از اسلام منکرین معاد اور دور حاضر کی دنیائے کفر سے لگایا جاسکتا ہے۔

بزرگان دین، اولیاء اللہ، تابعین وتبع تابعین کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موت وقبر، حشر اور سوال جواب کی سختی سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ جو عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ احتساب اخروی کے خوف سے فرمایا کرتے تھے!

" کاش میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا، کاش میں گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھالیتے، کاش میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا" ایک مرتبہ باغ میں ایک پرندے کو دیکھ کر فرمایا! " تو کس قدر لطف میں ہے کہ کھاتا پیتا ہے، درختوں میں بیٹھتا ہے اور قیامت کے محاسبہ کا کوئی خطرہ نہیں"۔ (۱۱)

حضرت عمرؓ کے بارے میں مشہور ہے۔ ایک تنکا ہاتھ میں لیے فرماتے کاش میں یہ تنکا ہوتا اور کبھی فرماتے کاش میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا۔ (۱۲) صحیح بخاری اور طبقات ابن سعد میں حضرت عائشہؓ سے بھی بالکل اسی طرح یہ اقوال منقول ہیں۔ پس جس طرح آخرت اور اس کے عذاب وثواب برحق ہیں اسی طرح یہ دنیا مکافات عمل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آخرت کے حساب کتاب کے علاوہ اس دنیاوی زندگی کی تہذیب اور اصلاح احوال کیلئے بھی حدود وتعزیرات کا ایک نظام قائم کیا ہے۔ سلطنت کے طول وعرض میں سیاسی ومعاشی استحکام معاشرتی امن وامان اور اخلاقی اصلاح اور نظم وضبط عامہ کے قیام کیلئے ان حدود وتعزیرات کا منصفانہ، مساویانہ اور آزادانہ استعمال بہت ضروری ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اسلامی سزاؤں کا یہی غیر جانبدارانہ اطلاق اصل احتساب ہے۔

ڈاکٹر عبدالجبار الجومرد، پروفیسر بغداد یونیورسٹی احتساب کی ابتداء کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

" اگرچہ نظام احتساب کی ابتداء خلفاء راشدین کے عہد سے چلا آرہا ہے۔ اس نظام کے بانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ تاہم حسبۃ (محتسب کا کام) اور محتسب کے اصطلاحی الفاظ عباسی

دور کے ابتداء میں رائج ہوئے تھے"۔ (۱۳) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کا احتساب بڑی سختی سے کرتے تھے۔ ان کے مکانات، اثاثہ جات، اراضیات سے لے کر ملبوسات تک کی خبر رکھتے تھے (۱۴)۔

ہر سال حج کے موقع پر کھلی کچہری لگتی تھی اور تمام عاملوں کو عوام کی عدالت میں پیش کیا جاتا تھا۔ (۱۵) ذرا ذرا سی شکایات کی تحقیقات کرتے تھے۔ آپ نے باقاعدہ احتساب کا شعبہ قائم کیا اور ایک بزرگ صحابی محمد بن سلمۃ انصاری رضی اللہ عنہ کو محتسب مقرر کیا۔ (۱۶) بعض اوقات ہنگامی (EMERGENCY) طور پر تحقیقاتی کمیشن ترتیب دیتے جو بلاتاخیر اپنی تحقیقات (رپورٹس) خلیفہ کو پیش کرتا تھا۔ ایک دفعہ خبر ملی کہ عامل مصر عیاض بن غنم باریک کپڑے پہنتا ہے اور اس کے دروازے پر دربان مقرر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمۃ کو بلایا اور کہا کہ عیاض کو جس حالت پاؤ ساتھ لے آؤ۔ محتسب نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ واقعی دروازے پر دربان تھا اور عیاض ایک باریک کرتہ پہنے بیٹھے تھے۔ اسی ہیت اور لباس میں ساتھ لے کر مدینہ آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کرتہ اتروا کر کمبل پہنایا اور بکریوں کا گلہ دے کر حکم دیا کہ جنگل میں لے جا کر چراؤ (۱۷)۔ غیر جانبدارانہ احتساب کی ایک اور مثال بھی ملاحظہ ہو۔

" آپ کے صاحبزادے عبدالرحمن نے جو مصر میں تھے ایک دوست کے ساتھ نبیذ کا شوق کیا جس سے انکو نشہ ہوگیا۔ گورنر مصر حضرت عاص عنہ نے سزا میں کچھ نرمی برتی تو آپ نے انہیں خط لکھا کہ عبدالرحمن کو ایک اونی چغہ پہناؤ اور پالان پر سوار کرکے مدینہ روانہ کرو۔ وہ اس حالت میں مدینہ پہنچے کہ ان سے چلا بھی نہیں جاتا تھا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ان کی سفارش بھی کی لیکن آپ نے اپنے بیٹے کو سزا دی اور قید کر دیا وہ حالت قید میں بیمار ہوئے اور وفات پا گئے" (۱۸)

حضرت ابوموسیٰ اشعری کی انکوائری اور خالد بن ولید کی تحقیقات پر معزولی احتساب فاروقی کے اہم واقعات میں سے ہیں۔ حضرت خالد جیسا عظیم سپہ سالار اپنی تنزلی کا حکم سنتا ہے اور کہتا ہے میں نے سنا اور مانا اور میں اب بھی اپنے افسروں کے احکام ماننے اور خدمات بجالانے کو تیار ہوں" عمال فاروقی کی اس غیر مشروط اطاعت کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں "ابن خطاب! تمہارے سپاہی اس لئے امین ہیں کہ تم امین ہو"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ زہد و فقر کی زندگی بسر کی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ قدامت اور ہجرت کے لحاظ سے بہت سے لوگوں کو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

پر فضیلت حاصل ہے، لیکن زہد وقناعت میں وہ سب سے بڑھے ہوئے ہیں" (۲۱)
حضرت حسنؓ فرماتے ہیں "کہ عمر فاروقؓ خطبہ دے رہے تھے میں نے شمار کیا توان کے تہ بندمیں بارہ پیوند تھے" (۲۲) اس مشقت کو صرف اپنی ذات تک محدود نہ رکھتے تھے بلکہ آپؓ کے اہل خانہ، بیٹے، پوتے، بیٹیاں اور نواسیوں تک کا یہی حال تھا۔ اس زہد وتقویٰ کے باوجود اکثر فرماتے تھے" واللہ مجھے معلوم نہیں کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ" (۲۴) بیت المال (خزانہ) پہ تصرف کا یہ عالم تھا کہ اپنے علاج کی غرض سے شہد کی ضرورت پیش آئی تو ایک کپا شہد کے لیے شوریٰ کا اجلاس طلب کیا" (۲۵) مال غنیمت آیا اپنی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے سوال کے جواب میں فرمایا! " جان پدر تراحق میرے ذاتی مال میں ہے یہ تو غنیمت کا مال ہے۔ تونے اپنے باپ کو دھوکہ دینا چاہا یہ خشک جواب سن کر وہ غریب لوٹ گئیں"۔ (۲۶) حکومتی مداخلت اور احتسابی عمل دخل کے ایک واقعہ پر اس باب کو ختم کرتا ہوں۔

" ایک دفعہ یمنی چادریں آئیں، آپؓ نے سب کو ایک ایک چادر دی اور خود بھی ایک ہی رکھی۔ وہ چادر آپ کے لئے ناکافی تھی۔ چنانچہ آپؓ کے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی چادر بھی باپ کو دے دی۔ جب عمرؓ ان چادروں کا کرتہ پہن کر منبر پر آئے اور حسب معمول کہا "اسمعوا واطیعوا" تو مجمع سے آواز آئی ہم نہ سنیں گے اور نہ مانیں گے۔ آپؓ منبر سے نیچے اتر آئے اور کہا ابو عبداللہ (سلمان فارسی) کیا بات ہے۔ کہا عمرؓ تم نے دنیاداری برتی ہے۔ تم نے ایک ایک چادر تقسیم کی تھی اور خود دو چادریں پہن کر آئے ہو۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے وضاحت کی" (۲۷) آپؓ کا قول ہے" اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمھارا محاسبہ کیا جائے۔ کیونکہ محاسبہ خویش تمھارے حساب کتاب کو آسان کردے گا۔" (۲۸) آپؓ کے جانشینوں نے بھی احتساب کو قائم رکھا۔ حضرت عثمانؓ فطرتاً حلیم الطبع تھے، نرم خو اور خطاپوش تھے۔ آپؓ میں عفو ودرگزر کا پہلو غالب تھا اس لیے آپؓ نے مواخذہ اور احتساب میں وہ سختی نہ برتی جو حضرت عمرؓ کا طرہ امتیاز تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے عمّال کی سختی سے بازپرس کرتے تھے۔ منذر بن جارود والی اصطخر کو سیروشکار، کتوں سے کھیلنے اور فرائض منصبی میں غفلت برتنے پر معزول کردیا۔ (۲۹) اپنے ایک اور عامل کو تحریری سرزنش کی کہ تم عیش وتنعم کی زندگی مت بسر کرو، بخورات اور روغنیات کے استعمال سے باز آؤ اور اپنے نفس کی اصلاح کرو"۔ (۳۰) حضرت علیؓ تحریری بازپرس کے علاوہ خصوصی تحقیقاتی کمیشن بھی تشکیل دیتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کعب بن مالک

انصاری کو عراق کے حکام کی تحقیقات پر مامور فرمایا اور یہ ہدایت کی کہ " تم چند آدمیوں کو ساتھ لے کر عراق جاؤ اور ہر ایک ضلع میں جاکر وہاں کے عمّال کی تحقیقات کرو اور انکی روش پر نظر ڈالو"۔ (۳۱)

حضرت علیؓ کی اپنے عمّال سے بازپرس کا یہ عالم تھا کہ اکثر عمّال آپؓ سے ناراض ہو کر آپکی حمایت سے دست کش ہوگئے۔ ان لوگوں میں مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی (۳۲) کے علاوہ آپؓ کے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ ،حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ جیسے عالی مرتبت صحابی شامل تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد بنوامیہ کا زمانہ آتا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ حکومت بنوامیہ کے بانی تھے۔ زراعت، دفاع، بحری و بری فوج کی تنظیم ،نئے شہروں کی آبادی آپؓ کے بڑے بڑے کارنامے ہیں۔ ذمیوں کے حقوق کی پاسداری، عدل وانصاف اور رعایا کی دادرسی کے ضمن میں بھی آپ نے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ آپؓ دربار میں آنے سے پہلے روزانہ مسجد میں ،رعایا کی شکایات سنتے اور موقع پر ہی ان کا تدارک کردیتے تھے آپؓ کا شمار عرب کے مدبروں میں ہوتا ہے۔ (۳۳)

خلفاء بنوامیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز(۷۱۷، ۱۹) کا دور فاروقی خلافت کی یادتازہ کرگیا۔ آپؓ نے سب سے پہلے ان جاگیروں،جائیدادوں اور ممالک محروسہ کے غصب شدہ مال املاک کو واپس کرایا جن کو خلفاء اموی، شاہی خاندان کے افراد، عمّال اور دیگر عمائد سلطنت نے غیر شرعی طور پر اپنے قبضہ میں کرلیا تھا۔ شاہ معین الدین ندوی، سیرۃ عمر بن عبدالعزیز، ابن جوزی کے حوالہ سے حضرت عمر کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

" بنی مروان تم کو شرف اور دولت کا بڑا حصہ ملا ہے۔ میرا خیال ہے کہ امت کا نصف یادوتہائی مال تمھارے قبضہ میں ہے" (۳۴) یہ سن کر آل مروان نے جواب دیا" خدا کی قسم جب تک ہمارے سرتن سے جدا نہ ہوجائیں گے اس وقت تک جائیدادیں واپس نہیں ہوسکتیں" (۳۵)

ان بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ احتساب اور واگزاری کا یہ عمل آپ نے اپنے خاندان اور گھر سے شروع کیا۔ آپ نے فرمایا" خدا کی قسم اس حق میں تم میری مدد نہ کروگے تو میں تم کو ذلیل ورسوا کر کے چھوڑوں گا"۔ اسکے بعد آپ نے تمام مسلمانوں کو مسجد میں جمع کر کے تقریر فرمائی۔ ان لوگوں (اموی خلفاء) نے ہم ارکان خاندان کو ایسی جاگیریں اور عطایا دیئے، خدا کی قسم جن کے دینے کا ان کو کوئی حق نہ تھا اور نہ ہمیں ان کے لینے کا اب میں ان سب کو ان کے اصل حقداروں کو واپس کرتا ہوں اور اپنی ذات اور خاندان سے شروع کرتا ہوں" (۳۶)

یہاں یہ امر لائق توجہ ہے کہ ہمارے ملک میں احتساب کے نتائج اس وقت تک برآمد نہیں ہوسکتے جبتک حکمران خوداپنے آپ کو احتساب کے لیے عوامی اور قانونی عدالتوں میں پیش نہیں کریں گے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیت المال کی جوحالت تھی اس کی طرف ان ہی کے الفاظ میں اشارہ کردیاگیا ہے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ اموال مغصوبہ کاایک بہت بڑا حصّہ بیت المال میں واپس کردیاگیاتھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے سب سے پہلے اپنے پورے خاندان کی جاگیرواپس کی یہاں تک کہ آپ نے اپنے گھرکاذاتی آثاثہ، نقدی، خچر، گھوڑے، قناعتیں، اپنی بیوی کے زیورات، جواہرات ، قیمتی سازوسامان کے علاوہ اپنے بیٹے کی انگوٹھی کا قیمتی نگینہ بھی فروخت کردیااور رقوم بیت المال میں جمع کرادیں۔" (۳۷) "مذک" جومروان کی جاگیربن چکاتھا اس کو حضورؐ کے زمانے کی حالت پرلائے۔ نومسلموں کوجزیہ سے آزادکردیاگیا۔ بیت المال کی حفاظت کاسخت انتظام تھا۔ ایک مرتبہ یمن کے بیت المال سے ایک اشرفی گم ہوگئی توآپ نے وزیرخزانہ کولاپرواہی کامجرم قراردیتے ہوئے شرعی صفائی پیش کرنے کولکھا(۳۸)۔ شعبہ مالیات کے علاوہ آپ نے احیائے شریعت اوراصلاح اخلاق کے باب میں گراں قدرانقلابی خدمات سرانجام دیں۔ عمّال کے نام ایک فرمان جاری کیاکہ کوئی ذمّی مسلمانوں کے شہروں میں شراب نہ لانے پائے۔ نیز شراب کی دکانوں کوحکماً بندکردیا۔ (۳۹)

ہمارے یہاں غیرمسلم آبادی کوشراب کے پرمٹ جاری کیے جاتے ہیں۔ ان کو کھلے عام شراب نوشی کی اجازت ہے۔ مقامی سطح پرشراب کشید کیجاتی ہے اورڈنکے کی چوٹ پریہ مذموم کاروبارہورہا ہے۔ جس کے دینی واخلاقی نقصانات تواپنی جگہ مسلمہ ہیں لیکن بعض اوقات قیمتی انسانی جانیں بھی ضائع ہوجاتی ہیں۔ ان حالات میں جب ملکی وغیرملکی شراب آسانی سے میّسرہوصرف اخلاقی پابندیاں ہمارے نوجوانوں کو شراب نوشی سے باز نہیں رکھ سکتیں۔ یہ تووہی بات ہوئی ناکہ :

؎ درمیان قعردریاتختہ بندم کردئی بازی گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیارباش

امن وامان کایہ عالم تھاکہ شیراوربکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے(محاورۃً نہیں بلکہ حقیقتاً)اس ضمن میں ایک واقعہ بھی مشہورہے کہ موسیٰ بن اعین ،کرمان کے جنگل میں بکریاں چرارہے تھے کہ ایک شیرنے بکری پرحملہ کردیا توموسیٰ بن اعین کی چیخیں نکل گئی اوربے اختیار " اناللہ وانا الیہ راجعون" پڑھاکہ امیرالمومنین کاانتقال ہوگیا۔ (۴۰) آپ کے بعدکوئی قابل ذکر اموی حکمران نہیں گزرااگرچہ فتوحات ہوتی رہیں۔

ہشام بن عبدالملک (۱۰۵ھ۔۱۲۵ھ) کے بارے میں ابن اثیرنے لکھاہے کہ وہ رعایاکی اخلاقی

نگہداشت کرتا تھا اور عوام کو گانے بجانے، شراب وکباب سے باز رکھتا تھا اور انکے مشاغل پر سزا بھی دیتا تھا۔ (۴۱)

بنوامیہ کے بعد بنوعباس کی خلافت قائم ہوئی جو کم از کم پانچ صدیوں پر محیط ہے۔ ابوالعباس بن محمد المعروف بہ سفاح (۷۴۷۔۷۵۰) سے مستعصم باللہ (۱۲۴۱۔۱۲۸۷ء) تک تقریباً ۴۰ خلفاء گزرے جن میں ابوجعفر منصور، ہارون الرشید، مامون اور معتصم کے نام قابل ذکر ہیں۔ منصور طبعاً سخت گیر، درشت مزاج مگر اعلیٰ درجہ کا منتظم ثابت ہوا۔ اس کی پیدائش کے بارے میں علامہ ابن کثیر نے عجیب واقعہ لکھا ہے۔ "جب منصور اپنی ماں کے پیٹ میں تھا تو اس کی ماں نے خواب دیکھا کہ مجھ سے ایک شیر نکلا ہے اور وہ اپنے اگلے ہاتھوں پر کھڑا دھاڑتا ہے اور سب شیر اس کے آگے سجدہ کرتے ہیں"۔ (۴۲) عدل وجود کے بارے میں اس کی سیاست یہ تھی کہ حکومت کے باغیوں کے بارے میں کسی قسم کی رعایت نہ برتتا تھا۔ امام نفس ذکیہ، ابراہیم اوران کے بھائیوں کے قتل اورگرفتاریوں کے حوالہ سے وہ راہ اعتدال سے ہٹا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن امن پسندوں اور رعایا کے لیے وہ اصولاً اور عملاً دونوں حیثیتوں میں عادل تھا۔ تاریخ بغداد (عربی) میں اس کا یہ قول منقول ہے۔

" الخلیفة لا یصلحه الا التقوی، والسلطان لایصلحه الا الطاعة، والرعیة لایصلحها الا العدل" (۴۳)

تاریخ ابن اثیر (عربی) میں اس کی سلطنت کے چار بنیادی ارکان کا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے:
ایک قاضی جو بغیر خوف لومۃ لائم منصفانہ فیصلہ کرے، دوسرے پولیس جو قوی کے مقابلے میں کمزور سے انصاف کرے، تیسرے تحصیلدار جو پورا خراج وصول کرے لیکن رعایا پر ظلم نہ ہونے پائے۔ چوتھے پرچہ نگار (صحافی) جو ان لوگوں کو صحیح اطلاع دیتا رہے۔ (۴۴)

منصور کے بعد حکومت کی باگ ڈور مہدی اور ھادی کے ہاتھوں سے گزر کر ہارون رشید کے مضبوط اور پر حکمت ہاتھوں میں پڑ گئی۔ ہارون متضاد اوصاف کا مالک تھا۔ ایک طرف اس کی بڑی پر شکوہ، رنگین اور عیش پرستانہ زندگی نے عباسی تہذیب کو تماشا گاہ عالم بنا دیا تھا تو دوسری طرف وہ نہایت دیندار، شب بیدار، پابند شریعت، زاہد و متقی، عالم دوست، علماء نواز اور رعایا پرور حکمران دکھائی دیتا ہے۔ بغدادی فرماتے ہیں "کہ وہ روزانہ (۱۰۰) رکعت نفلیں پڑھتا تھا اور ہزار درہم روزانہ خرچ کرتا تھا اکثر حج کرتا اور سو (۱۰۰) علماء وفقہا کو اپنے ساتھ لے جاتا تھا"۔ (۴۵) ہارون اپنے تمام عمال، تحصیلدار، والیان خراج اور قاضیوں کے تقرر میں خاص احتیاط برتتا تھا۔ نیک، صالح، قابل حضرات ہی کو ان عہدوں پر تعینات کیا جاتا تھا۔ ایک اور بات عہد ہارون میں خاص ہے:

وہ "خبررسانی اور پرچہ نگاری" کا نظام ہے۔ یہ ایک باقاعدہ سرکاری محکمہ تھا جس میں ہرشہراور آبادی کے عادل اور ثقہ لوگوں کا انتخاب عمل میں آتا تھا۔ (۴۶)

ہارون کے بعداس کا بیٹا مامون برسراقتدار آیا۔ یہ عہد علم وادب کے اعتبار سے تاریخ اسلام کا سنہری دور کہلاتاہے۔ وہ ذاتی طور پر قرآن ، تفسیر، فقہ ، فرائض ، ادب ، شاعری، طب، فلسفہ، نجوم، ریاضی جیسے فنون میں کامل دسترس رکھتاتھا۔ رعایا پروری اورعدل وانصاف کے واقعات بھی کتب تاریخ میں محفوظ ہیں۔ روایت ہے کہ اتوار کے دن صبح سے ظہرتک رعایا کی شکایتیں سننے کے لیے خود بیٹھتاتھا ۔ اس کی ایوان عدل میں ادنیٰ واعلیٰ اوراپنے بیگانے سب برابر تھے۔ تاریخ اسلام میں عقدالفرید کی روایت موجود ہے۔

" ایک مرتبہ بوڑھی عورت نے استغاثہ کیا کہ مامون کے لڑکے عباس نے اسکی جائیداد پرغاصبانہ قبضہ کرلیا ہے۔عدالت لگی توشہزادہ فرط ادب میں آہستہ آہستہ بولتاتھاجبکہ بوڑھیا بلندآوازمیں۔ جب وزیردولت نے اسے بے ادبی سے تعبیرکیاتومامون نے کہا بوڑھیاکوبولنے دوحق نے اسکی آواز بلند کردی ہے اور عباس کوگونگا کردیا ہے۔ بیانات سننے کے بعدفیصلہ بوڑھیاکے حق میں دیا"۔(۴۷) مامون نے مرض الموت میں اپنے بیٹے کی بجائے اپنے بھائی محمد معتصم باللہ کو ولی عہد مقررکردیا۔ معتصم فطرتاً آرام پسند حکمران تھا۔ ابن اثیرکی روایت ہےکہ اسے صرف دوچیزوں کا شوق تھا۔حکومت کی شان وشوکت اورمیدان کارزار کے مناظر۔ اس کاروپیہ انہیں دوچیزوں میں صرف ہوتاتھا(۴۸)معتصم کے بعدعباسی حکومت کاتنزل شروع ہواجو ۴۰۰ سال پرپھیلاہواہے۔ آخرکار مستعصم باللہ کے زمانے میں تاتاریوں نے ہلاکوخان کے کمان میں بغدادکی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

• ترکستان کی عثمانی حکومتوں نے بھی احتساب کے نظام کو رائج کیا۔ سلطنت عثمانیہ میں منڈیوں کی نگرانی، ٹیکس عائدکرنا اور وصول کرنے کے علاوہ امربالمعروف ونہی عن المنکر کا دینی فریضہ بھی محتسب ہی اداکرتے تھے۔ ترکیوں نے اسلامی عدالت ومساوات کے روشن باب رقم کیے:

برصغیرپاک وہندمیں بھی مسلمان حکمرانوں نے احتساب کے نظام کوقائم رکھا۔ سلاطین دہلی میں غیاث الدین بلبن بھی حکومت کے لیے محکمہ احتساب کوضروری سمجھتاتھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے دورحکومت میں چھوٹے چھوٹے قریوں سے لےکربڑے بڑے شہروں میں قاضی اور محتسب مقررکیے تھے۔ بلبن اپنے امراو وزراء کااحتساب بڑی سختی سے کرتاتھا۔ محمد قاسم فرشتہ راوی ہے۔

" ملک لعیق جوشاہی امراء میں ۴ ہزار سواروں کا مالک اور بدایون کاصوبیدار تھا ۔ اس نے ایک فراش کواس قدر درے مارے کہ وہ بے چارہ مرگیا ۔ بلبن نے بیوہ کی فریاد پر لعیق کواتنے درے مارے کہ وہ بھی مرگیا۔ اس نوع کے متعدد واقعات تاریخ فرشتہ میں مذکور ہیں ۔ اودھ کے حکمران ھیبت خان نے سرمستی کے عالم میں ایک شخص کوہلاک کردیا ۔ بلبن کی عدالت نے اسے پانچ سو اُدروں کی سزادی اور سزا کے بعد مقتول کی بیوہ کے حوالہ کردیا"۔ (۴۹)

علاؤالدین خلجی نے احتساب کاعمدہ نظام متعارف کرایا ۔ امیر غریب، کمزور طاقتور کے فرق کو بھلادیا ۔ دیہات کے مکھیوں اور چودھریوں کوعام لوگوں کے مقابلے میں جوامتیازیات حاصل تھے انہیں ختم کردیا۔ زمینداروں، جاگیرداروں سے زائد اراضی، مویشی، گائے، بھینس، بکریاں وغیرہ لے کر غریبوں میں تقسیم کردیں ۔ خلجی نے اوپر سے نیچے تک احتساب کامربوط نظام قائم کیا ۔ پٹواری سے تحصیلدار تک کا احتساب ہوتا تھا" (۵۰)

مغلوں میں جہانگر کاعدل اوراورنگ زیب عالمگیر کااحتساب توتاریخ اسلام کے سنہری باب ہیں ۔ جہانگیر "تزک جہانگیری" میں اپنے معمولات کے بارے میں رقمطراز ہے ۔

" .... قاضی ومیرعدل کی ممکنہ لاپرواہی کی وجہ سے ہرروزنماز ظہرکے بعدعوامی عدالت لگاتاہوں ۔ تاکہ انصاف کے تقاضے پورے کرسکوں " (۵۱)

رشیداخترندوی " عالمگیرنامہ" کے حوالہ سے عالمگیرکے نظام عدل کے مقاصد بیان کرتے ہیں :

"کہ یکے ازفضلائے پایہ سریراعلیٰ کہ بہ صفت تدین مسلمانی وسمت فقاہت ومسئلہ دانی موسوم باشد، بخدمت احتساب منصوب سازندتاخلائق ازارتکاب منہیات ومحرمات خصوصاً شرب وخمروخوردن بنگ وبلوزو سائر مسکرات ومباشرات فواحش وزانیات منع وزجرکردہ حتے المقدورازقبائح اعمال وشنائع افعال بازدارد"۔ (۵۲)

عالمگیری احتساب کادائرہ کارصرف دارالخلافہ تک محدود نہ تھا بلکہ سلطنت کے طول وعرض بں اس کی شاخیں موجود تھیں ۔ اخترندوی صاحب محکمہ احتساب کے اسلامی واصلاحی کارناموں کاتذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں :

" اورنگزیب نے محکمہ احتساب قائم کرکے عوام کوگوجبراً نمازپڑھائی، گوجبراً سچ بولوایا، گوجبراً جھوٹ اورفریب دینے سے روکا، گو جبراً شراب پینے اورزنا کرنے سے ازرکھا، لیکن یہ جبرکتنا پیاراتھا جس سے نیکی کاسراونچاہوا اوربدی سرنگوں ہوئی"۔ (۵۳)

محولہ بالاواقعات کے علاوہ الگ سے یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وطن عزیز کے سیاسی، معاشی ، معاشرتی ، دینی اور اخلاقی حالات کس قسم کے احتساب کا تقاضا کرتے ہیں۔ اور کیا اب عوام فاروق اعظم ، عمربن عبدالعزیز اور اورنگزیب عالمگیر جیسے احتساب کے متحمل ہوسکتے ہیں ؟
جی ہاں عوام تو متحمل ہوسکتے اس لیے کہ ایک عام آدمی براہ راست احتساب کی زد میں نہیں آتا جیسا کہ آپ نے مندرجہ بالا بحث میں نوٹ فرمایا ہے کہ مواخذہ کاحقدار ہمیشہ برسراقتدار طبقہ ہی رہا ہے اور اب پاکستان میں عوام اس طبقہ کا احتساب چاہتے ہیں ۔ پی پی پی کی شکست اور وطن عزیز میں مسلسل احتساب کے مطالبے سے اس عمل کا آغاز ہوچکا ہے ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا حکمران بھی ایسا احتساب کرنے اور کروانے کو تیار ہیں ؟ اب اگر اس احتساب کی عملی شکل کہیں دیکھنے کو ملتی ہے تو وہ افغانستان میں طالبان کے اسلامی ، انقلابی اور اصلاحی اقدامات ہیں جن سے نہ صرف عالمگیری احتساب بلکہ خلفائے راشدین کے زمانے کی یادیں تازہ ہورہی ہیں۔ اس تحریک میں آپ کو حضرت مجدد الف ثانی کی تحریک احیائے اسلام ، مولانا شریعت اللہ کی تحریک فرائض اور شاہ ولی اللہ کی تحریک جہاد کا تسلسل اور روح دکھائی دے گی ۔

طالبان کے افغانستان میں شرعی پردہ کا نفاذ، مخلوط تعلیم کا خاتمہ ، اسلامی عبادات نماز، روزہ ، زکوۃ اور جہاد وغیرہ کی پابندی ، اسلامی حدود کا نفاذ ، جن میں قصاص، رجم وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ فوری انصاف کی فراہمی ، اسلامی وضع قطع اپنانا اور اسلامی طرز بودوباش اختیار کرنا ایسی اصلاحات ہیں جیسی عرب میں خلیفہ عمربن عبدالعزیز اور برصغیر میں اورنگزیب عالمگیر نے جاری کیں تھی ۔ ان اقدامات میں غیروں کا واویلا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن خود مسلمان ملکوں کا ردعمل غیر متوقع ہونے کے ساتھ افسوسناک بھی ہے۔ شرعی پردہ اور مخلوط تعلیم نسواں پر پابندی عائد کرکے طالبان نے حقوق نسواں کو پامال نہیں کیا بلکہ یہی ایک چیز ہے جو ایشیاء میں اسلامی ثقافت کے احیاء کا پیش خیمہ بن سکتی ہے ۔

لیکن افسوس آج ہم اسلام سے اس قدر غیرمانوس ہوگئے کہ حقیقی اسلام سے ہمیں خوف آنے لگا ہے ۔ اردگرد کے ممالک کی پریشانی دیدنی ہے ، طالبان پر کانفرنسیں ہورہی ہیں ، وفاداریاں ادھر سے ادھر ہورہی ہیں اور نئے نئے غیرفطری اتحاد عمل میں آرہے ہیں ۔ اور نہ جانے کیا کیا ؟
اس کے باوجود ہمیں امید ہے کہ تاریخ طالبان سے انصاف کرے گی۔ اور مستقبل کا مورخ جب ان کی فتوحات ، اصلاحات کے اسباب اور دوررس نتائج واثرات پر سنجیدگی سے غور کرے گا

تو بدگمانیوں کے بادل چھٹ جائیں گے اور سامنے پرامن ، پرسکون اور خوشحال افغانستان دکھائی دے گا۔ جس پر دنیا کی بڑی بڑی جمہوریتیں رشک کریں گی۔ (انشاء اللہ)۔

حواشی و حوالہ جات

۱)۔ سورۃ الانفطار آیت ۱۲،۱۱۔ (۲)۔ سورۃ الحاقۃ، آیت ۱۹۔

۳)۔ ایضاً، آیت ۲۶۔ (۴)۔ سورۃ الحجر، آیت ۵۱۔

۵)۔ امام راغب اصفہانی، مفردات القرآن (اردو) جلد اول، ترجمہ محمد عبداللہ شاہ جہان پوری، شیخ شمس الحق، اقبال ٹاؤن، لاہور، جون ۱۹۸۷ء، ص ۳۳۲۔

۶)۔ سورۃ الطلاق، آیت ۸۔ (۷)۔ سورۃ انبیاء، آیت ۱۔

۸)۔ سورۃ الزلزال، آیت ۸۔ (۹)۔ سورۃ القارعہ، آیت ۶ تا ۹۔

۱۰)۔ وہ دس صحابہؓ جن کو حضورؐ نے ان کی زندگیوں میں جنت کی بشارت دی۔

۱۱)۔ طبقات ابن سعد، تاریخ الخلفاء اور کنز العمال میں اس قسم کے واقعات بکثرت ملتے ہیں۔ مزید تفصیل کیلئے مولانا یوسفؒ کی معروف کتاب " حکایات صحابہ " ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

۱۲)۔ حوالہ نمبر ۱۱ کے علاوہ محمد حسین ہیکل کی معروف کتاب " عمر فاروق اعظمؓ " اور مولانا شبلی کی " الفاروق " کا مطالعہ کیجیے۔

۱۳)۔ ڈاکٹر عبدالجبار، پروفیسر بغداد یونیورسٹی، خلیفہ ابو جعفر منصور، جلد اول، ترجمہ سید رشید احمد، نفیس اکیڈمی، کراچی، طبع اول ۱۹۸۵ء ص ۵۵۱۔

۱۴)۔ مولانا شبلی نعمانی، الفاروق، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، سن ندارد، ص ۱۹۹۔

۱۵)۔ ایضاً، ص ۲۰۰۔ (۱۶)۔ ایضاً، ص ۱۰۲۔ (۱۷)۔ ایضاً، ص ۲۰۲۔

۱۸)۔ جناب پرویز صاحب شاہکار رسالت، ادارہ طلوع اسلام، لاہور، چوتھا ایڈیشن ۱۹۸۷ء، ص ۲۴۸

۱۸)۔ کتاب کے اسی صفحہ پر حضرت عمرؓ کا وہ خط بھی موجود ہے جو آپ نے گورنر مصر عیاض بن غنم کو لکھا تھا۔ یہی خط " حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط " مرتبہ ڈاکٹر خورشید احمد فاروق، کے صفحہ ۱۲۴ سے ۱۳۰ پر بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ اس مجموعہ کو محمد علی خان دیوان نے کراچی سے مارچ ۱۹۷۹ء میں شائع کیا۔ یہی واقعہ جناب محمد حسین ھیکل نے " عمر فاروق اعظمؓ " کے صفحہ ۶۰۱ پر لکھا ہے۔

۱۹). الفاروق، ص ۲۰۲۔ (۲۰). شاہکار رسالت، ص ۲۱۸ تا ۲۲۵۔

۲۱). شاہ معین الدین ندوی، تاریخ اسلام، جلد اول، ناشران قرآن، لاہور، سن ندارد، ص ۱۔

۲۲). ایضاً، ص ۱۹۶۔

۲۳). شاہکار رسالت، ص ۲۵۸۔

۲۴). محمد حسین ہیکل، عمر فاروق اعظم، ترجمہ حبیب اشعر، مکتبہ ہری لائبریری، لاہور، بار ہشتم ۱۹۸۶ء
ص ۵۹۰۔

۲۵). ایضاً۔ (۲۶). ایضاً۔

۲۷). شاہکار رسالت، ص ۲۹۵۔

۲۸). حافظ جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء، اقبال الدین احمد، نفیس اکیڈمی، کراچی، مئی ۱۹۸۹ء
ص ۱۴۳۔ نیز دیکھیے شاہکار رسالت، ص ۲۹۱۔

۲۹). تاریخ اسلام، ص ۲۹۴۔ بحوالہ یعقوبی ج ۲، ص ۲۴۰۔ (۳۰). ایضاً۔

۳۱). نہج البلاغہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، اشاعت پنجم ۱۹۸۳ء، ص ۹۶۔

۳۲). یہ اردشیر کے عامل تھے۔ انہوں نے بیت المال سے خرچ لے کر ۵ سو لونڈی اور غلام خرید کر آزاد کیے۔ حضرت علیؓ نے رقم کا مطالبہ کیا تو ناراض ہو کر حضرت ہادیہ کے پاس چلے گئے۔
(نہج البلاغہ، ص ۹۶)

۳۳). اموی فرمانروا مروان بن حکم کے پوتے تھے۔ آپ کی والدہ ام عاصم حضرت عمر فاروقؓ کی پوتی تھی۔ ایک رات فاروق اعظمؓ گشت پر تھے کہ ایک گھر سے آواز آئی بیٹی دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا دو۔ بیٹی نے کہا اماں آپ کو معلوم نہیں کہ امیرالمومنین نے دودھ میں پانی ملانے سے منع کیا ہے۔ ماں نے بیٹی کو ڈانٹا یہاں کونسا امیرالمومنین تمھیں دیکھ رہا ہے۔ بیٹی نے جواب دیا امیرالمومنین تو نہیں دیکھ رہا اسکا خدا تو دیکھ رہا ہے۔ بعدازاں آپؓ نے اپنے بیٹے عاصم کی شادی اس لڑکی سے کر دی جس کے بطن سے حضرت عمر بن العزیز پیدا ہوئے۔ (شاہکار رسالت، ص ۳۰۱) "سیرت عمر بن العزیزؒ" میں مزید لکھا ہے کہ یہ لڑکی بنی ھلال کی تھی۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیے ص ۳۷ یا ۳۹۔

۳۴). تاریخ اسلام، جلد دوم، ص ۴۹۹۔

۳۵). ایضاً (۳۶). ایضاً۔

۳۷)۔ علامہ عبدالعزیز سیّد الدہل، سیرت عمر بن عبدالعزیز، مترجمہ مولانا راغب رحمانی، نفیس اکیڈمی، کراچی، طبقے دوم ۱۹۷۸ء، ص ۳۷ تا ۹۳۔ نیز دیکھئے طبقات ابن سعد (عربی) جلد ۵، ص ۲۵۲

۳۸)۔ تاریخ اسلام، جلد دوم ص ۵۰۴ (بحوالہ سیرت عمر بن عبدالعزیز ابن جوزی)

۳۹)۔ ایضاً، ص ۵۱۱۔

۴۰)۔ ماہنامہ "الفاروق" کراچی، جلد نمبر ۵، شمارہ نمبر ۹، (رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ)، آخری صفحہ۔

۴۱)۔ محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد الشیبانی المعروف "علامہ ابن اثیر"، الکامل فی التاریخ لابن الاثیر الاثر (عربی)، الجزالخامس، حمادالکتاب العربیہ، بیروت، لبنان، ۱۳۸۷ھ، ص ۳۶۔

۴۲)۔ علامہ عمادالدین ابن کثیر، تاریخ ابن اکثیر، مترجمہ عبدالرشید ندوی، نفیس اکیڈمی، کراچی، جون ۱۹۸۸ء، ص ۵۶۷۔

۴۳)۔ حافظ ابوبکر بن احمد بن علی الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد (عربی) الجزالعاشر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، تاریخ اشاعت ندارد، ص ۵۶۔

۴۴)۔ الکامل لابن اثیر (عربی) جلد ۱۴، ص ۴۴۔

۴۵)۔ تاریخ بغداد (عربی) جلد ۱۴، ص ۶۔

۴۶)۔ ملخص از تاریخ اسلام جلد سوم، ص ۱۰۳۔

۴۷)۔ تاریخ اسلام، جلد سوم، ص ۱۵۲ (بحوالہ عقد الفرید، جلد ۱، ص ۹۔

۴۸)۔ الکامل ابن الاثیر، جلد ۴، ص ۱۷۸۔

۴۹)۔ محمد قاسم فرشتہ، تاریخ فرشتہ، جلد اول، مترجمہ عبدالحی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، سن ندارد، ص ۸۲۔ ۲۸۱۔

۵۰)۔ ایضاً، ص ۳۶۵۔

۵۱)۔ تزک جہانگیری (خودنوشت سوانح عمری) مترجمہ، اعجازالحق قدوسی، مجلس ترقی ادب، لاہور، اگست ۱۹۷۰ء، ص ۱۹۔

۵۲)۔ رشید احمد ندوی، اورنگزیب، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۴۱۷۔

۵۳)۔ ایضاً۔

جناب افسر حسن صدیقی صاحب (کراچی)

اسلامی قوانین اور موجودہ دور

اٹھارویں صدی عیسوی میں مغربی قوانین کی مشرق میں یلغار کے باوجود مسلم امہ نے اسلامی شریعہ کی اہمیت کو نظرانداز نہیں کیا اور اسکے نفاذ کی کوششوں کو برابر جاری رکھا۔ جہاں تک اسلامی قوانین کی مغربی قوانین میں شمولیت اور اسلامی شریعہ کے اثرات کا تعلق ہے یہ بات تاریخ کا حصہ ہے کہ جب نپولین مصر سے ۱۷۹۹ء میں پسپا ہوا تو اپنے ساتھ عرب قوانین اور ضوابط جن کا تعلق خرید و فروخت، رہن اور تحائف سے تھا اپنے ہمراہ لے گیا اور قوانین کی فکر اسلامی کو اپناکر اپنے مشہور و معروف نپولین کوڈ کی بنیاد بنایا۔ عرب ماہر قانون دانوں کی رائے میں نپولین کوڈ کی ۱۸۰۴ء میں اشاعت نے فرانس ہی نہیں بلکہ بیشتر یورپین ممالک کے قانونی ڈھانچہ اور فکر کو متاثر کیا ہے۔ یہ بات یقیناً دلچسپی کا باعث ہے کہ انیسویں صدی میں جب یورپ نے سلطنت عثمانیہ کے قوانین کو یورپین بنانے کی کوشش کی تو اسکے بیشتر قوانین جن کا تعلق تجارتی اور فوجداری معاملات سے تھا، مغربی قوانین کی دستاویزات پر مبنی تھا، چنانچہ تنظیمات کی رفاہی تحریک کے دوران ترک تجارتی ضوابط ۱۸۶۱ء میں اور سمندری تجارت کے ضوابط ۱۸۶۳ء میں فرانسیسی قوانین سے مستعار لئے گئے۔ ترکوں نے بنیادی قوانین جن کو مجلہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۱۸۷۶ء میں ترتیب دیئے اسکے متعلق پروفیسر این۔ جے کولسن مشہور قانون دان اپنی کتاب شارٹ ہسٹری آف اسلامک لاز (صفحہ ۱۵۱) میں لکھتا ہے کہ اس ترک قانون کا یورپی قوانین سے تعلق نہیں ہے بلکہ اسکی بنیاد مکمل طور پر حنفی قانون پر ہے۔ لیکن سیکولر قوانین کے حامل نظام سے یہ توقع بیکار ہے کہ اپنے احکامات سے متعلق قوانین و ضوابط میں اسے جگہ دینگے۔ فرانسیسی فوجداری اور بحری و بری تجارت پر مبنی سیکولر قوانین کو اپنانے میں مصر ۱۸۷۵ء سے ترکوں پر سبقت لے گیا ہے۔ سول کوڈ جو مصر نے ۱۹۴۹ء میں اختیار کیا وہ روایتی اسلامی اور ماڈرن مغربی قوانین کا ملغوبہ ہے اسکے مؤلف عبدالرزاق سہنوری کا دعویٰ ہے کہ موجودہ مصری قوانین جو مغرب کے معاصرانہ قوانین کی اہم جزئیات پر مبنی ہیں ان کا ماخذ اصول شریعت اسلامیہ اور اسکے اہم احکامات کے دفعات پر مبنی ہیں۔ اہل مغرب کا دعویٰ ہے کہ قوانین اس نے مغرب سے مستعار لئے ہیں حقیقت میں وہی ہیں جو نپولین مصر سے لے گیا تھا اور بڑے فخر سے اپنے کوڈ کا نام دیتا ہے۔ نپولین کہتا ہے "میری یہ بڑی کامیابی نہیں ہے کہ میں نے چالیس لڑائیاں جیتیں کیونکہ ایک واٹرلو کی

شکست نے ان سب کو ماند کردیا۔ درحقیقت سول کوڈ میرا بڑا کارنامہ ہے جس کی وجہ سے مجھے ہمیشہ یاد رکھا جائیگا۔ بہرحال اس سب کے قطع نظر مصری قوانین کی دفعہ اول صاف طریقہ پر حکم لگاتی ہے کہ جن معاملات میں مصری قوانین میں واضح ہدایات نہیں ہیں وہاں پر شریعہ اسلامی پر مبنی مروج روایتی اصول وقوانین جو فطری انصاف پر مبنی ہوں ان کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جائے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ شریعت اسلامی کے قوانین کے اطلاق کا دروازہ مکمل کھلا ہوا ہے اور یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ اسلامی قوانین کو اپنانے کا کسی نہ کسی صورت میں اظہار ہورہا ہے۔ مصر کی طرح سوڈان کا بھی قانون فوجداری ۱۹۵۹ء اس پر نظر ثانی کی گئی اور ۱۸۹۹ء کے برطانوی قانون میں بھی روایتی اسلامی قوانین کی جھلک نظر آتی ہے۔ اسلامی شریعہ کورٹ، مسلم مقدمات جن کا شادی، طلاق، وراثت، وقف سرپرستی، خاندانی رشتہ داریاں، تحائف وغیرہ سے تعلق ہو نمٹاتی ہیں۔ سوڈان کے نئے قانون فوجداری میں اسلامی شریعہ کے قوانین کی روح کو برقرار رکھا گیا ہے۔ نائیجریا میں جہاں پر اسلام تیرھویں صدی میں متعارف ہوا تھا شریعت اسلامی کی بے حد قدر ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلامی شعائر اور قدریں انکے سماجی اور مذہبی معاملات میں شامل ہیں اور وضع قطع سے اشکار ہیں یہاں تک کہ برطانیہ کے دور حکومت میں جب سلطان کو تحت نشینی کے وقت یہ یقین دلایا جاتا تھا کہ نائیجریا کے مسلمانوں کے مذہبی قوانین وضبواط اور رسومات وغیرہ میں کوئی رخنہ اندازی نہیں کی جائیگی۔ اس طرح شمالی نائیجریا میں تمام دیوانی اور تجارتی عدالتوں میں روایتی طور پر فقہ مالکی نافذ رہا جبکہ ملکیت زمین کے معاملات میں مقامی روایتی قوانین کے مطابق فیصلے ہوتے تھے۔ قوانین شریعہ اس بات کی ضمانت دیتے تھے کہ کوئی فیصلہ فطری انصاف اور انسانی تقاضوں کے خلاف نہو۔ سعودی عرب اور آس پاس کے دیگر عرب ممالک میں بلااستشناء خالص شریعہ اسلامی رائج ہے جو فقہ حنبلی پر مبنی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فقہ حنبلی دیگر فقہوں یعنی حنفی، مالکی اور شافعی مکاتب فکر سے زیادہ سخت ہے کیونکہ اس کو مذہبی اخلاقیات سے منسلک کردیا گیا ہے۔ تاہم فقہ حنبلی کے مشہور امام ابن تمیہ نے اجتہاد کی ضرورت پر کافی زور دیا ہے۔ ایران جہاں پر فقہ اثناء عشری کے قوانین نافذالعمل ہیں امامت کے تصور کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، انکے فقہ میں امام کے احکامات دیگر تمام مذہبی احکامات سے مقدم اور بالاتر ہیں۔ امامت کے عقیدہ کی بناء پر اصول "ظن" اور "اختلاف" اہمیت کے حامل نہیں ہیں۔ تاہم سنی اور شیعہ جماعتوں کے ہرچیز کے دوالگ فقہات ہیں لیکن اسلامی بنیادیات پر دونوں متفق ہیں دونوں فقہوں کے عقائد عثمانیہ دور میں، برصغیر ہندوستان، وسطی ایشیاء اور مشرقی ایشیاء کے ممالک میں ساتھ ساتھ رائج رہے ہیں اور اسی طرح مالکی فقہ شمالی، مغربی اور وسطی افریقہ میں اور شافعی فقہہ مصر اور مشرقی ایشیاء کے کچھ ممالک میں نیز مشرق بعید یعنی انڈونیشیاء اور ملائیشیاء میں بھی رائج ہے۔ حنبلی فقہ وہابی

تحریک کے نتیجہ میں سعودی عربیہ میں رائج ہے۔ اگرچہ یہ چاروں مکاتب فکر، شرعی احکامات، قانونی طریقہ کار اور عبادات کے معاملات میں ایک دوسرے سے مختلف احکامات وعقائد رکھتے ہیں، لیکن بنیادی فلسفہ فکر اسلامی اور عبادات پر متفق ہیں۔ دنیا میں دیگر مذاہب کے فرقوں کے مقابلہ میں مسلم امہ میں ان چار فرقوں کا فرق قابل قبول رہا ہے اور ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو احترام کی نظر سے دیکھتا ہے اور اسی وجہ سے اعتراضات سے بالاتر ہے اور ایک دوسرے کے لئے قابل برداشت رہا ہے۔ لیکن اسکے برخلاف ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائیت میں مثال کے طور پر رومن کیتھولک بائیل میں پروٹینسٹ بائبل کے مقابلہ میں چھ اضافی ابواب ہیں۔ پروٹیسٹنٹ بھی مختلف فرقوں میں تقسیم ہے مثلاً لوتھرن، کلوینسٹ، میتھوڈسٹ، بپٹسٹ اور یونیٹرین ہیں جبکہ کاکرس (دوست احباب) کبھی چرچ جاتے ہی نہیں ہیں۔ سترھویں صدی عیسوی میں عیسائیت کے ان تمام اور دیگر فرقوں میں زبردست قتل وغارت گری اور مذہبی جنگیں لڑی گئی ہیں اور ایسے مظالم ہوئے ہیں کہ سن کر رونگھٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اصل زیر بحث مسئلہ یہ ہے کہ اسلامی شرعی قوانین کے متعلق مغربی اسکالرز نے بہت گمراہ کن اور جانب دارانہ تنقید اور پروپیگنڈہ کیا ہے انکے خیال میں اسلامی قوانین دراصل خود کچھ نہیں ہیں بلکہ رومن قوانین کی نقل اور چربہ ہے بلکہ رومن قانون عربی لباس میں اور عربوں نے رومن قانون میں کوئی اضافہ نہیں کیا ہے اور اگر کیا ہے تو وہ یہ کہ چند غلطیوں کا اضافہ کردیا ہے۔ دواسکالر دان کرامر اور گولڈی زہر ایسے معترضین میں پیش پیش ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ رومن قانون کے طاقتور سمندر نے یورپ کی وادیوں کو ضرور سیراب کیا ہے لیکن یہ عرب کے ریگستانوں کی پہنچائی یقیناً نہیں کرسکا۔ لیکن اسکے برخلاف پروفیسر فٹس جیرالڈ کہتا ہے کہ یہ سب بکواس ہے اور ثبوت میں کوئی شواہد نہیں ہیں۔ مختصراً اسلامی شریعہ مغربی قانون سے بنیادی طور پر تین وجوہات سے مختلف اور بہتر ہے۔ پہلا یہ کہ اسلامی قانون، قانون خداوندی ہے جو وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا جبکہ رومن قانون، قانون دانوں کا بنایا ہوا ہے۔ دوسرا یہ کہ قدرتی قانون ہونے کیوجہ سے اسلامی قانون ناقابل تبدیل ہے اس میں کمی بیشی نہیں کی جاسکتی۔ تیسرے یہ کہ یہ اپنی خوبیوں کیوجہ سے زیادہ وسیع اور جامع ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی شریعہ مملکتی اور عوامی قوانین کے علاوہ بین الاقوامی تعلقات اور رشتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہ تاریخی حقائق ہیں کہ عربوں نے دوردراز کے سفر اختیار کئے اور بین الاقوامی تعلقات کا ایک معیار مقرر کیا ہے جبکہ یورپ اس وقت جہالت کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ رومن قانون کو بارہ فہرستوں (12 Tables) کے اندر محدود کردیا گیا ہے جبکہ اسلامی شریعہ میں آج بھی اجتہاد اور "قیاس" کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ رومن قانون بنیادی طور پر غیر مذہبی اور سیکولر ہے جبکہ اسلامی شریعہ کی بنیاد احسان وعدل ہے۔ ایثار، وسیع القلبی، توازن مساوات، فرقان یعنی اعلیٰ اقدار ہیں جنکی وجہ سے یہ اعلیٰ ارفع اور مقبول عام ہے۔

۲۴۰

مولانا فضل علی حقانی (زروبی)

دینی مدارس اور علماء کرام کے خلاف بین الاقوامی سازشیں

عالمی دہشت گرد (امریکہ) ایک منظم سازش اور طے شدہ پروگرام کے مطابق تمام دنیا خصوصاً اسلامی ممالک پر نیوورلڈ آرڈر کے ڈورے ڈال رہا ہے۔ سویت یونین کے سقوط کے بعد اس کے طاغوتی شکنجوں کا ہدف اسلامی مدارس اور مساجد ہیں۔ عراق اور ایران کو ایک سازش سے آپس میں ایک طویل جنگ کی بھٹی میں جھونک دیئے گئے۔ اس میں ناکامی کے بعد عراق کا رخ دوسرے برادر ملک کویت کیطرف موڑکر عراق پر حملہ کا جواز پیدا کیا گیا۔ عراق کے اقتصادی ڈھانچہ کو بری طرح تباہ کر کے من پسند قراردادوں کے ذریعے پابند "سلاسل" کیا۔ عراقی حکومت اور عوام نے جان کنی کی اس حالت میں اپنے وجود کو برقرار رکھا تو اس عالمی درندہ نے کٹے پھٹے اور کھڑکھڑاتے وجود کو برداشت نہ کر کے عراق کو صفحہ ہستی سے مٹانا چاہا، اور اب اسی منصوبے کی تکمیل کیلئے پر تول رہا ہے۔ اس طرح افغانستان میں طالبان حکومت کی زبردست کامیابی، نفاذ شریعت اور امن وامان کے حوالہ سے کرہ ارض پر مثالی حکومت بنانے سے امریکہ بوکھلا اٹھا ہے اور طالبان حکومت کے خلاف منظم سازشیں شروع کی ہیں اور اب ان اداروں کی بنیادیں کمزور کرنے کے درپے ہے جن اداروں کے سایہ عاطفت میں یہ پودا نشوونما پاتا ہے (جو اسلامی مدارس ہیں) نت نئے الزامات کے ذریعے اسلامی مدارس کو بدنام کیا جارہا ہے کبھی دہشت گردی، غیرملکی آلہ کار اور کبھی بنیاد پرستی کے الزامات تراشے جاتے ہیں۔ امریکہ ان بنیاد پرستوں کے جذبہ جہاد، شوق شہادت، بے مثال جرات اور شجاعت سے حواس باختہ ہے اس لئے کہ اسے ڈر ہے کہ یہ بحر بیکراں کہیں ہمیں لے نہ ڈوبے۔ مختلف مکاتب فکر کے علماء کو طاغوتی ایجنسیوں اور اپنے گماشتوں کے ذریعہ ہلاک کر کے فرقہ وارانہ فسادات کا ڈنڈورا پیٹتے ہیں۔ بے خبر عوام کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ فرقہ وارانہ تعصب کا نتیجہ ہے۔ ہمارے منتخب نمائندے اسمبلی میں بڑی ڈھٹائی سے اسلامی مدارس اور علماء کو نشانہ تنقید بناتے ہیں۔ ۲۵ نومبر کو قومی اسمبلی میں ایک قرارداد پیش ہوئی جس میں یہ الزام لگایا گیا کہ دینی مدارس کو بیرونی امداد مل رہی ہے اور یہ کہ دینی مدارس میں دی جانے والی تعلیم فرقہ واریت کو فروغ دے رہی ہے۔ ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ہمارے منتخب نمائندوں کو ابھی تک

یہ معلوم نہیں کہ دینے مدارس میں کونسی تعلیم دی جارہی ہے۔ ان کا نصاب تعلیم کیا ہے؟۔ تف! اس قومی نمائندوں پر جو امریکہ کے مہروں کے طور پر مستعمل ہوئے ہیں۔ دینی مدارس میں دینی تعلیم دیجاتی ہے جو میرے آقا جناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب صفہ کو پڑھائی جو قرآن وسنت پر مبنی تعلیم ہے۔ وہ نصاب تعلیم جو اخوت، حسن اخلاق، حسن سلوک، رواداری، صداقت، شجاعت، امانت، اتفاق واتحاد جیسے اوصاف حمیدہ کا درس دیتا ہے۔ گذشتہ کئی سالوں سے عالمی دہشت گرد امریکہ کے ان مہروں نے یہ الزامات لگائے لیکن ہر حکمران ثبوت پیش کرنے سے عاجز رہا۔ اسی تمام زہرافشانی سے یہ بات روزروشن کی طرح واضح ہے کہ یہ سب کچھ اپنے آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے کیا جارہا ہے۔ خدا اور رسول کریمؐ کی دشمنی مول کر ہمارے حکمران طبقہ اپنے آقاؤں کے اشاروں پر چل رہے ہیں اور حکمران طبقہ کے سامنے امریکہ بہادر کا ایجنڈا ہے جس کی تکمیل کے لیے جہادی قوتوں اور دینی مدارس کو کرش کرنا حکمرانوں کا اولین اقدام ہوگا بلکہ اس پر عمل شروع ہوچکا ہے۔ اس کا بین ثبوت افغانستان کے پالیسی میں واضح تبدیلی اور دینی مدارس پر قدغن لگانے کیلئے مختلف بے سروپاالزامات لگاکر عوامی حلقوں میں اس کا اثر کم کرنا شامل ہے۔ لیکن کسی ممکنہ اقدام سے قبل حکمرانوں کو یہ سوچنا ہوگا کہ اگر دینی مدارس کوچھیڑاگیا اور انکی آزادی سلب کرلی گئی تو اس کے نتائج انتہائی خطرناک ہونگے اور پاکستان کے غیور مسلمان عوام اپنی دینی تشخص کی بقاء کی طرح اپنے خون کا آخری قطرہ بہا دینے سے گریز نہیں کریں گے۔ اب وقت آچکا ہے کہ پاکستان کے اسلام پسند، دانشور علماء اور دینی پر مرمٹنے والے عسکری قوتیں اپنے صفوف میں اتحاد پیدا کریں۔ اور اسلامی انقلاب کی راہ ہموار کرنے کیلئے تمام فکری اور عملی صلاحیتیں وقف کرتےہوئے ان مٹھی بھر درندوں سے نجات حاصل کریں جنہوں نے ہمارا خون چوس کر اپنا پیٹ پالا اور ہماری آزادی سلب کرکے اپنی بادشاہت کو دوام بخشا۔

ع اے خاک نشینو اٹھ بیٹھو وہ وقت قریب آپہنچا ہے
جب تخت گرائے جائیں گے جب تاج اچھالے جائیں گے

چونکہ پاکستان میں تمام غیر اسلامی نظاموں کو آزمایا گیا اور ان کی ناکامی بھی تمام عوام پر روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے۔ تو فطری طور پر اسلامی انقلاب کیلئے راہ ہموار ہوگئی ہے اور اب ایک طویل عرصے کے بعد حکمرانوں کی اپنی غلطیوں کیوجہ سے پاکستان انقلاب کیطرف گامزن ہے اور وہ انقلاب یقیناً اسلامی انقلاب ہے۔ ظاہر ہے کہ جن لوگوں کی پرورش انگریز کی گود میں ہوئی ہو وہ کب برداشت کرسکتے ہیں کہ یہاں پر نظام خلافت راشدہ کا نفاذ ہو۔ اس لئے اب ان فرنگی گماشتوں نے

پہلے ہی سے اس مہم کا آغاز کیا، کہ اسلامی انقلاب کے منابع اور سرچشمے یعنی دینی مدارس اور علماء صفحہ ہستی سے ختم کئے جائیں، لیکن ان کا یہ خواب کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔

" یریدون لیطفووا نور اللّٰہ بافواھھم واللّٰہ متم نورہ " (الآیۃ)

؎ نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

اس لئے کہ اب وقت گزر چکا ہے۔ اب اس ملک میں اسلامی انقلاب ناگزیر ہے اور ان ملی غداروں اور غیر ملکی سامراج کے پالتو غلاموں کو پائی پائی کا حساب دینا ہوگا۔ اب ان کیلئے فرار کی کوئی راہ نہیں۔ ان پر ایسا وقت آنیوالا ہے۔ کہ ان کا سرپرست امریکہ بھی اپنے ان نمک حلالوں کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا رہیگا۔ لیکن ان کے بچانے کیلئے کچھ بھی نہ کرسکے گا۔

خود بخود گرنے کو ہے پکے ہوئے پھل کیطرح دیکھتے ہیں گررہا ہے کس کی جھولی میں فرنگ

اصل میں ہمارے حکمران امریکہ کے حکم سے سرمو بھی اختلاف نہیں کرسکتے۔ اختلاف تو بہت دور کی بات ہے اسکا تصور کا بھی نہیں کرسکتے۔ امریکہ یہ نہیں چاہتا کہ پاکستان عالم اسلام میں ایک مثالی اسلامی ریاست کی حیثیت سے ابھرے۔ تو انہوں نے یہ منصوبہ تیار کیا کہ یہی منابع اور چشمے جہاں سے اسلامی نظام اور خلافت راشدہ کے داعی پیدا ہوتے ہیں۔ انکو تختہ مشق بنائیں جیسا کہ ترکی میں دینی تعلیم اور اسلامی مدارس پر پابندی عائد کی چکی ہے لیکن یہ ہمارے حکمرانوں اور انکے سرپرست امریکہ کی بھول ہے پاکستان اور پاکستانی عوام کا قیاس ان مغرب زدہ اقوام پر ہرگز صحیح نہیں۔

؎ اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

حکومتی اہل کار زوروشور سے یہ پروپیگنڈہ کررہے ہیں کہ دینی مدارس میں دہشت گردی کی تربیت دیجارہی ہے اور یہاں پر بڑے بڑے اسلحہ خانے ہیں یہ محض دینی مدارس پر یلغار اور ان کو بند کرانے کیلئے جواز پیدا کرنے کا بہانہ ہے۔ جہاں پر اسلحہ کے انبار ہیں ان کو تو میلی آنکھ سے بھی نہیں دیکھ سکتے۔ روزانہ اخبارات میں کالجوں میں مختلف طلبہ تنظیموں کے درمیان جنگوں اور دنگا وفساد کے احوال آتے ہیں جن میں کلاشنکوفوں اور دوسرے آتشیں اسلحہ کا آزادانہ استعمال کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں جبکہ وہاں پر پولیس کی نفری بھی بھاری تعداد میں ہوتی ہے تو اگر حکومت ملک میں امن وامان قائم کرنے میں مخلص ہے پھر سب سے پہلے ان جگہوں سے آغاز کرے اور اس میں بغیر کسی مصلحت یا سیاسی رفاقت کے آپریشن کرائے تو ان کو بہت سے حقائق کا پتہ چل جائے گا۔

محمد عبدالرحمن البازی ابن حضرت مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی

افغانستان اور تحریک طالبان

مسلمانوں کی تاریخ ایسے نامور سپوتوں سے بھری پڑی ہے جن کے درخشندہ کارناموں سے تاریخ کے اوراق جگمگارہے ہیں اور جن کی تفصیل پڑھ کر بے اختیار مسلمان کا سرفخر سے بلند ہوجاتا ہے ۔ انہی نامور سپوتوں میں سے ایک نام سلطان محمود غزنوی کا ہے ۔ اس شیر خدا نے جرات وبہادری کی ایسی تاریخ رقم کی کہ جن کو دیکھ کر آسمان عش عش کر اٹھا ، کائنات خوشی سے جھوم اٹھی اور جنکے بارے میں ڈاکٹر اقبالؒ کہتے ہیں کہ :

؎ دونیم جن کی ٹھوکر سے صحرا و دریا سمٹ کر پہاڑ جن کی ھیبت سے رائی

سلطان محمود غزنوی کا تعلق غزنی سے تھا جوکہ ہمارے پڑوسی ملک افغانستان کا ایک صوبہ ہے ۔ دنیا میں پیارومحبت باشٹنے والے اس خطہ پر ایک کڑا وقت ایسا بھی آیا کہ جس کو دیکھ کر آسمان بھی خوب گڑگڑاکر رودیا ۔ اس دھرتی کے سینے کو ہزاروں ، لاکھوں افراد کی قربان گاہ بنادیا گیا ۔ چودہ سال تک خون کی یہ ہولی کھیلی جاتی رہی مگر قربان جائیں محمود غزنوی کے ان بیٹوں پر جنھوں نے اپنی جانوں کے نذرانے دے کر دشمن کو یہ باور کرایا کہ ہم اسی سلطان محمود غزنوی کے جانباز بیٹے ہیں جو وقت آنے پر اپنے مذہب اور وطن کی خاطر خالد بن ولید کی طرح ٹکڑے کرنا بھی جانتے ہیں اور وقت آنے پر اپنے مذہب اور وطن کی خاطر حضرت حمزہؓ کی طرح ٹکڑے ہونا بھی جانتے ہیں ۔ بالآخر دشمن کو منہ کی کھانی پڑی اور وہ دم دباکر بھاگنے پر مجبور ہوگیا ۔ یہ ایک ایسی کامیابی تھی جس پر جتنا بھی رب کائنات کا شکر ادا کیا جائے کم ہے ، کیونکہ یہ شکست کسی عام دشمن کی نہیں تھی بلکہ اپنے دور کی سرطاقت کہلوانے والے کی شکست تھی ۔ افغانستان کے ان غیور نوجوانوں نے بے سروسامانی کی حالت میں روس جیسی طاقت کو شکست دے کر ناصرف چودہ سوسال پہلے والے دور رفتہ کی یاد تازہ کی بلکہ یہ نقطہ بھی سمجھا دیا کہ :

؎ فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

مگر افسوس ! کہ دشمن کے جانے کے بعد افغانستان کو جتنا نقصان اپنوں نے پہنچایا شاید دشمن نے بھی اتنا نہ پہنچایا ہو ۔ خون خرابے کا بازار گرم کیا گیا ، بھائی بھائی آپس میں دست وگریبان ہوئے ،

اقتدار کی خاطر ان پاکیزہ قربانیوں کو نظرانداز کردیا گیا جو اس دھرتی کیلئے دی گئی تھیں ۔ دن دھاڑے ڈاکہ ، قتل وغارت ، عورتوں کی عصمت دری کرنا عام بات ہوچکی تھی ، امن وامان مفقود ہوچکا تھا ، افغانی عوام کی زندگی اجیرن ہوچکی تھی ۔انسان زندگی اور اسکی تمام تر لطافتوں سے مایوس ہوچکا تھا ۔ بالکل اسی طرح جیسے آسمانی شعلوں کی لپیٹ سے پرندے کوئی راہ نہ پائیں تو اپنے گھونسلوں میں نرم ونازک زبانیں نکالے نڈھال ہوکر پڑجاتے ہیں ۔ حسن عمل کے زندگی بخش چشمے یکسر خشک ہوچکے تھے ۔ چاروں طرف مایوس وناامید ہوکر لوگوں کی نگاہیں رہ رہ کر آسمان کی طرف اٹھتی تھیں اور ایک پکار سننے والے کو پکارپکار کر کہتی تھیں کہ " متیٰ نصراللّٰہ " یہ وقت تھاکہ اس ظلم وتشدد وبربریت کے خزاں کو پھر سے امن ومحبت واسلام کے بہار سے بدل دیا جاتا ۔ باالآخر دعائیں رنگ لائیں ظلم کے کالے بادل دور ہونا شروع ہوئے اور رب کائنات کا سحاب کرم طالبان کی شکل میں زندہ امیدیں اور تابندہ آرزوئیں لیے افغانستان کی سنگلاخ چٹانوں پر جھوم کر آیا اور شہیدوں کی اس مبارک سرزمین پر کھل کھلاکر برسا جس سے انسانیت کی مرجھائی ہوئی کھیتیاں لہلہا اٹھیں ، اخلاق وتمدن کے پژمردہ پھولوں پر پھر سے بہار آگئی ، اعمال صالحہ کے خشک چشمے حیات تازہ کے جوئے رواں میں تبدیل ہوگئے ۔ فضائے عالم اللّٰہ اکبر کے نغموں سے گونج اٹھی اور ہرطرف ایک نئی زندگی اور ہر سمت ہدایت ورحمت کی ہوائیں جھومتی ، مسکراتی ، مچلتی بوٹتی ایک ایسی جنت نگاہ بن گئیں جس کی ہرروش میں رضائے الٰہیٰ کے چشمے ابلتے اور ہر سمت عدل وانصاف کے پھول کھلتے دکھائی دے رہے ہیں ۔ " ان مع العسر یسراً " بے شک ہر مشکل کے بعد آسانی ہے ۔

یہی وہ طالبان کی شکل میں آسانی ہے جو مشکل یعنی ظلم وتشدد کے بعد آئی ۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ اس تحریک کی مخالفت کی جتنی توقع یہودونصاریٰ سے تھی اس سے کہیں بڑھ کر اپنی اسلامی برادری سے ہوئی ۔ لیکن پھر اس سے بڑھ کر خوشی وطن عزیز پاکستان ، سعودی عرب اور عرب امارات کے اس جرات مندانہ فیصلہ سے ہوئی کہ انہوں نے طالبان کی اسلامی حکومت کو تسلیم کرلیا ہے (بحمدللّٰہ) ۔ آج اقوام متحدہ وامریکہ چیخ رہے ہیں کہ افغانستان میں وسیع البنیاد حکومت قائم کی جائے کیونکہ طالبان حکومت کی وجہ سے امریکہ کو افغانستان میں اپنی دال گلتی نظر نہیں آرہی ۔ اس لئے وہ وسیع البنیاد حکومت بنوانا چاہتا ہے اور اسکے لئے یہ پروپیگنڈہ بھی کیا جارہا ہے کہ طالبان حکومت خواتین کے حقوق سلب کررہی ہے ، مخلوط تعلیم ختم کی جارہی ہے ، خواتین کو تعلیم سے روکاجارہا ہے وغیرہ ۔ لیکن جس مذہب میں یہ امر ہوکہ تعلیم مردوعورت کا زیور ہے اور علم حاصل کرو چاہے اس کے لئے تمھیں چین ہی کیوں نا جانا پڑے ۔ تووہ اسلامی حکومت جو اسی مذہب کی پیروکار ہے بھلا

خواتین کو کیوں تعلیم سے روکے گی۔ طالبان حکومت بارہا یہ اعلانات کرچکی ہے کہ جیسے ہی ہمیں وسائل میسر آئے ہم خواتین کیلئے علیحدہ اسکولز، کالجز اور یونیورسٹیاں قائم کرینگے۔ لیکن مخلوط تعلیم کی نہ ہم آج اجازت دیتے ہیں اور نہ ہی آئندہ دینگے۔ وہ لوگ جو نجیب وغیرہ کی حکومت سے خوفزدہ تھے، امن وامان کے متلاشی تھے وہی لوگ آج خود کہتے ہیں طالبان کی شکل میں ہمیں رحمت کے فرشتے میسر آگئے۔ جن علاقوں میں طالبان کی حکومت ہے وہاں اتنا امن ہے کہ شاید امریکہ ویورپ کے کسی سخت حفاظتی علاقے میں بھی نہ ہو۔ آپ بازار میں سڑک پر نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس رکھ دیں تو کل بھی اسی حالت میں ملے گا جس حالت میں آپ بریف کیس چھوڑ کر گئے تھے۔ امریکہ ویورپ کے زیراثر عالمی ادارے واویلا کررہے ہیں کہ افغانستان میں خواتین کے حقوق سلب کئے جارہے ہیں۔ میں ان نام نہاد دعویداروں سے پوچھنا چاہونگا کہ آخر وہ اس وقت کہاں تھے جب کابل کی لڑکیاں نجیب کے فوجیوں سے اپنی عزت بچانے کیلئے کئی کئی منزلہ عمارتوں سے کود جایا کرتی تھیں۔ کیا اس وقت انکی آزادی وعزت سلب نہیں کی جارہی تھی؟ امن کے ان نام نہاد دعویداروں سے میں یہ بھی پوچھنا چاہونگا کہ آخر کہاں تھے یہ اس وقت جب اقتدار کی خاطر بھائی بھائی کا گلہ کاٹ رہا تھا۔ امن وامان ختم ہوچکا تھا۔ انسانی خون پانی کی طرح بہایا جارہا تھا۔ کیا اس وقت انسانیت کی تذلیل نہیں کی جارہی تھی؟ ایسے اور بھی متعدد سوالات ہیں جن سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ دشمنان اسلام اب طالبان کی کامیابی سے خائف ہوچکے ہیں اور یہ جان چکے ہیں کہ طالبان کی یلغار کو اب ریت کی دیواروں سے نہیں روکا جاسکتا۔ امریکہ و یورپ کو اپنا مستقبل خطرہ میں نظر آرہا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ جھوٹے اور غلط پراپیگنڈے کرکے طالبان حکومت کو کمزور کرنے کی ناکام کوشش کررہے ہیں لیکن جس کیساتھ اللہ رب کائنات کی نصرت شامل حال ہو۔ اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ باالفاظ دیگر "جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے" اللہ تعالیٰ طالبان کا اور تمام مسلمانوں کا حامی وناصر ہو۔ (آمین)

بقیہ ص 32 سے

آپکے بارے میں یہ چند اپنے بے ربط اور پراگندہ احساسات تھے جوکہ راقم نے قارئین کے اصرار پر سپرد قلم کیے اور اس سے قبل ۵ نومبر کے روزنامہ "جنگ" لاہور میں بھی حضرت کی آمد کے حوالے سے ایک کالم قلمبند کیا تھا۔ آپکے ساتھ گزرا ہوا یادگار وقت لوح قلب پر جگمگاتا رہے گا یہی پاکیزہ یادیں ذہن کے دریچوں کو عمر بھر معطر کرتی رہیں گی۔ اور فکروشعور کا دامن سدا مہکتا رہیگا

؎ رات کی رانی کا جھونکا تھا کسی کی یاد میں دیر تک آنگن مرے احساس کا مہکا رہا

جناب محمد موسیٰ رنگونی (برما)

عالم اسلام کے نام برما کے مسلمانوں کا کھلا خط

یہ درد ناک رپورٹ ہمیں گذشتہ سال موصول ہوئی تھی اور پھر کتابت بھی ہوچکی تھی ، لیکن فائلوں میں کہیں دب گئی تھی ، مگر اس کی افادیت آج بھی مسلّم ہے ۔ اس سے برما میں مسلمانوں کی حالت زار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے ۔ (ادارہ)

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ بندہ برما کے شہر رنگون میں رہتا ہوں اور جامعہ دارالعلوم تاموے رنگون کا طالب علم ہوں ۔ بحمدللہ آپ حضرات کا جاری کردہ رسالہ " الحق " ہمیں ہر ماہ پابندی کے ساتھ والد صاحب محترم کے ایک عزیز کی توسط سے براہ راست مل جاتا ہے ۔ جس سے ہماری دینی معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے ۔ اور ساتھ ہی پاکستان اور عالم اسلام کے حالات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے ۔ ماہنامہ " الحق " میں آپ کی تحریر پڑھ کر دل شاد ہوجاتا ہے ۔ آپ کے یورپ کے سفر کے حالات پڑھ کر ان ملکوں کے بارے میں جانکاری حاصل ہوئی ۔

برادرعزیز اب میں اصل گفتگو کی طرف لوٹتا ہوں ۔ آپ حضرات نے پچھلے چند ماہ پہلے مسلمانان برما پر جو ظلم وستم ڈھائے گئے ان کے متعلق کچھ نہ کچھ خبر ضرور سنی ہوگی ، اسی کے متعلق میں آپ حضرات کے توسط سے عالم اسلام کو مسلمانان برما کی حالت زار سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں ۔

پچھلے دنوں یعنی ١٦ مارچ ٩٧ء بروز اتوار برما کے دوسرے بڑے شہر مانڈلے میں سہ پہر چار بجے کے قریب چند جھوٹی وجوہات کی بناء پر (جس میں ایک وجہ یہ بتلائی گئی کہ ایک مسلمان شخص نے بدھ بھکشو کی بھانجی سے زنا بالجبر کیا) بدھ بھکشوؤں نے شہر مانڈلے کی تقریباً ١٣ سے زائد مساجد کو توڑا پھوڑا اور قرآن مجید کی کھلم کھلا بے حرمتی کی ، قرآن پاک کو نذر آتش کیا گیا اور ساتھ ہی مسلمانوں کی املاک کو لوٹا گیا اور بڑی بے دردی سے سڑکوں پر پھینکا گیا ، جس میں ایک عالم صاحب کا پریس بھی تھا ، جسے بالکل تہس نہس کردیا گیا اور تمام دینی کتابیں جلادی گئیں اور بقایا کو سڑکوں پر اڑائی گئیں ، رات گئے تک ان شرپسندوں کی شرانگیزیاں جاری رہیں ، پھر بہت دیر کے بعد انتظامیہ حرکت میں آئی ، اس وقت تک بہت سے مساجد اور املاک کا نقصان کیا جاچکا تھا ۔ دوسرے دن حکومت نے شام ٦ بجے سے صبح ٦ بجے تک کرفیو لگادیا او تمام بڑے بازار غیر معینہ مدت کیلئے بند

کردیئے گئے ۔ اس دن کے بعد سے کئی دنوں تک شہر مانڈے میں خوف وہراس چھایا رہا اور کئی دنوں تک شرپسند عناصر اکادکا کاروائی کرتے رہے ۔ اس شام کے بعد سے مانڈے کے "مسلمانوں نے اپنے اپنے محلہ کی مساجدوں میں اپنے طور پر پہرہ داری کے فرائض انجام دینے شروع کئے ، لاٹھیوں ، تلواروں اور تیزاب وغیرہ سے مسلح ہوکر اس دوران ملک میں افواہوں کا بازار گرم تھا ، کئی دنوں کے بعد شہر مانڈے میں قدرے امن قائم ہوگیا ، لیکن اس دوران یہ افواہیں گردش کررہی تھی کہ کسی بھی وقت شہر رنگون میں یہ ہنگامہ رچایا جائیگا (اس جملے سے عام مسلمان بالکہ عوام کی اکثریت نے بھی اس بات کا خدشہ ظاہر کیا ہے کہ تمام کاروائیاں موجودہ انتظامیہ کی کرتادھرتا ہے اور کئی واقعات نے اس خدشہ کو یقین میں بدل دیا ہے) ۔ ۲۲ مارچ ۱۹۹۷ء شہر رنگون کے مسلمانوں کیلئے یہ دن انتہائی المیہ اور سخت بے چینی کا دن تھا ۔ اس دن تقریباً دوپہر بارہ بجکر ۴۰ منٹ پر وسط شہر سے تقریباً ۶ یا ۷ میل دور یانکن قصبہ کی ایک مسجد کو بدھ بھکشوؤں نے جن کی تعداد دوسو (۲۰۰) سے لیکر ۵۰۰ تک بتائی گئی توڑپھوڑ کرنا شروع کیا ، اس وقت مسجد میں امام صاحب کے علاوہ صرف ۴ مصلی تھے (وہاں مسلمانوں کی آبادی بہت کم ہے) انہوں نے امام صاحب کو ایک کمرے میں بند کردیا اس کے بعد عینی شاہدوں کے مطابق مسجد کی منارہ سے لیکر نیچے تک کافی نقصان پہنچایا اور قرآن مجید کے تمام نسخوں کو یکجا جمع کرکے ان کو نذر آتش کردیا گیا ۔ شہر رنگون میں یہ ان کی پہلی شرانگیزی تھی ۔ آدھے گھنٹے تک یہ فتنہ انگیزیاں جاری رہی اس وقت تک انتظامیہ کا نام ونشان تک نہ تھا ۔ ایک بجکر دس منٹ پر تمام دہشت گرد چلے گئے ، اس کے بعد فوراً فوج پہنچ گئی اور مسجد کو گھیرلیا ۔ اسی شب سے رنگون کی کم وبیش ہر مسجد میں مسلمان اپنے اپنے طور پر پہرہ داری کے فرائض انجام دینے لگے ۔ اسی شب کو وسط شہر سے تقریباً دومیل کے فاصلے پر علاقہ الوں کی جامع مسجد میں جہاں علاقے کے مسلمان اپنے طور پر مسجد میں پہرہ دے رہے تھے ۔ انتظامیہ کے افراد پہنچے اور انہوں نے ان سب مسلمانوں کو جبراً مسجد سے نکل جانے کا حکم دیا اور یہ یقین دھانی کرائی کہ مسجد کی حفاظت کا ذمہ انتظامیہ کا ہے ۔ لہذا آپ لوگ چلے جائیں ، وہاں کے مسلمان مجبوراً واپس چلے گئے ، ان کے جانے کے تقریباً آدھا گھنٹہ بعد شرپسند عناصر پہنچ گئے اور انہوں نے مسجد کو توڑاپھوڑا اور چلے گئے ۔ اس ہنگامہ کے دوران انتظامیہ کے افراد روفوچکر ہوگئے (جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس ملک گیر مسلمانوں کی خلاف سازش میں انتظامیہ کا کوئی نہ کوئی کردار ہے) اور اسی وقت اسی الوں کے علاقہ میں مسلمانوں کی عیدگاہ ہے اس کے متصل میں ایک چھوٹی مسجد ہے جہاں اس وقت مسلمانوں کی آبادی بہت تھی لیکن موجودہ حکومت کی پالیسی کے تحت یہاں کے مسلمانوں کو جبراً نقل مکانی پر

مجبور کیا گیا۔ اس مسجد کو بھی توڑا پھوڑا گیا۔ ۲۳ مارچ ۱۹۹۷ء بروز اتوار (جہاں اسلام آباد میں اسلامی سربراہی کانفرنس ہورہی تھی) اس رات کو نام نہاد بدھ بھگشوؤں نے دوسری مرتبہ الون عیدگاہ کی مسجد کو نشانہ بنایا۔ اس وقت مسجد میں امام صاحب کے علاوہ صرف سات مسلمان تھے۔ باہر سے شرپسندوں نے سخت سنگ باری کی، مسجد کی بجلی بجھا دی گئی تھی، شرپسندوں کو کچھ نظر نہیں آرہا تھا او اندر گھسنے کی ہمت نہیں ہورہی تھی اس لئے کہ مسجد کے اندر سے ان مٹھی بھر مسلمانوں کی نعرہ تکبیر کی آواز سے ان کے دل لرز جاتے تھے۔ جس وقت ان مٹھی بھر مسلمانوں پر یہ سخت لمحہ پیش آرہا تھا، اسی وقت ہمیں اس واقعہ کی خبر موصول ہوگئی تھی اس وقت ہم وسط شہر کی مسجد میں اپنے فرائض میں تھے۔ ان ہنگامی حالات میں رنگون کے مسلمانوں نے ایک دوسرے سے مواصلاتی رابطے جوڑ رکھے تھے اور فوراً ایک دوسرے کی خبر مسلولا فون کے ذریعہ سے معلوم ہوجاتی تھی۔ اس سنگ باری سے مسجد کے امام صاحب کو سر پر چوٹیں آئیں لیکن ان شرپسندوں کو مسجد کے اندر گھسنے نہیں دیا، اسی شب وسط شہر سے دو میل کے فاصلے پر علاقہ بزنداؤں کی سلامت مسجد کو نشانہ بنایا اور مسجد کو معمولی سا نقصان ہوا اور اسی اتوار کے دن شہر رنگون سے بہت دور تخلک خوں کی دو مسجدوں کو نقصان پہنچایا گیا۔ وسط شہر کی تمام مساجد کے مسلمان بالکل چوکس وچوکنا تھے اور ان کے آپس کے رابطے بھی جاری تھے کہ ہمیں رات کے تقریباً ساڑھے تین بجے لاؤڈ اسپیکر پر نعرہ تکبیر کی فلک شگاف آواز سنائی دی (شہر کی مسجدوں میں خفیہ طور پر یہ طے پایا تاکہ جیسے ہی کسی بڑے ممکنہ خطرے کا سامنا ہوا تو نعرہ تکبیر کے ساتھ مسلمانوں کو آگاہ کردیا جائیگا) اسی وقت علاقے کی تمام مرد مسلمان ہاتھوں میں مناسب ہتھیار لئے نکل آئے اور علاقے کو گھیر لیا۔ ہوا یوں کہ بدھ بھکشوؤں کی ایک چھوٹی سی جماعت بھیس بدل کر مسجد کے سامنے جمع ہوئی ان کو دیکھتے ہی مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا جس سے وہ لوگ فرار پر مجبور ہوگئے (ان ہنگاموں کے دوران مسلمانوں کے بڑوں نے حالات کی سنگینی کا احساس کرتے ہوئے دفاعی انداز میں اختیار کا حکم دیا تھا جس میں سب سے پہلے نعرہ تکبیر کے ساتھ ان کو مرعوب کرکے فرار ہونے پر مجبور کیا جائے۔ بصورت دیگر اگر مسجد کے اندر گھس آنے کا کوئی امکان ہوتو اس وقت جارحانہ انداز اختیار کیا جائے) چند ہی دیر میں فوج جائے واقعہ پر پہنچ گئی۔

۲۴ مارچ ۱۹۹۷ء پیر کی شب ساڑھے نو بجے بدھ بھگشوؤں نے گلی نمبر ۴۸ کی مسجد کو نشانہ بنانے کی کوشش کی (مسجد کے متصل ہی مدرسہ صادقیہ حفظ القرآن ہیں جو پورے برما میں حافظ

مدارس کا سرچشمہ ہے) لیکن طلباء کے ساتھ ان کی مختصر جھڑپ ہوئی اور وہ لوگ فرار ہونے پر مجبور ہوگئے ۔ اور اسی وقت فوج پہنچ گئی ۔ مسجد او مدرسہ کو تو کوئی نقصان نہیں ہوا البتہ طلباء کی سنگ باری سے چند ایک بھکشو زخمی ہوئے اس لئے دوسرے دن انتظامیہ نے مدرسہ کے دولڑکوں کو جبراً گرفتار کرلیا اور کئی دن رکھنے کے بعد ان کو دوبارہ چھوڑدیا ۔ اسی ۲۴ مارچ ۱۹۹۷ء کو رنگون سے ۵۰ میل دور شہر پیگو کی ۴ مساجد کو نشانہ بنایا گیا اور کافی توڑپھوڑ مچائی اور اسی دن شہر پروم سے بھی بے چینی کی اطلاعات موصول ہوئی تھی ۔ ۲۵ مارچ ۹۷ء منگل کو یہاں رنگون میں کوئی خاص ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا البتہ شہر پروم میں چند مقامات پر توڑپھوڑ اور مساجد پر حملے ہوئے ۔ پروم کے مسلمانوں کو ۸۷ء میں یعنی دس سال پہلے اس قسم کا واقعہ پیش آگیا تھا جبکہ وہاں مسلمانوں کی تعداد کم ہے ۔ لہذا اس بار سابقہ تجربے کے پیش نظر مسلمانان پروم نے یہ دھمکی دیدی کہ اگر ان کی مساجد اور املاک پر حملہ ہوا تو وہ شہر پروم کو جلاکر خاک کردینگے ، اور ایک اطلاع کے مطابق انہوں نے اس کا عملی مظاہرہ بھی کردکھایا ۔ ایک تیل کا ڈبہ جلاکر جس سے وہاں کے شرپسند عناصر قدرے خاموش ہوگئے لیکن پھر بھی ایک مسجد پر جو کاکا مسجد کے نام سے مشہور ہے حملہ کیا تو وہاں پر موجود مسلمانوں نے تیزاب وغیرہ سے جوابی حملہ کیا جس سے وہ لوگ فرار پر مجبور ہوگئے ۔ اس کے بعد فوج موقعہ پر پہنچ گئی ۔

۲۶ مارچ ۱۹۹۷ء بدھ کو رنگون سے تقریباً دوسو میل کے فاصلے پر شہر ٹاؤنگو کی دو مسجدوں کو نشانہ بنایا گیا جس میں سے ایک مسجد کو شدید نقصان پہنچا اور مسلمانوں کی املاک کو برباد کردیا گیا ۔ حکام نے اسی دن شام ۶ بجے سے صبح ۶ بجے تک کرفیو لگادیا ۔ ۲۷ مارچ ۹۷ء جمعرات برما میں آرم فورس ڈے (یوم انقلاب) تھا اس دن کے بعد سے حالات میں قدرے بہتری آتی گئی لیکن اکادکا لوٹ مار کے واقعات رونما ہوتے رہے ، ان ہنگامی حالات میں مسلمانوں کے نمائندوں نے مذہبی امور کے وزیر ، رنگون ڈویژن کے کور کمانڈر اور دوسرے اعلیٰ حکام سے بڑی مشکل سے رسائی حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کی تشویش سے آگاہ کیا تو ان سب کا کہنا تھا کہ آپ لوگ اب تک صبر کرکے آئیں ہیں لہذا اور مزید صبر کرلیں ، ہم لوگ حالات کا جائزہ لے رہے ہیں اور ہماری کوئی بھی کاروائی بھکشوؤں کو برانگیختہ کردیگی لہذا تمام مسلمان صبر سے کام لیں ۔ خوش آئند بات یہ کہ اس تمام ہنگامے کو اکثریتی برمی عوام نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور تمام تر ذمہ داری موجودہ انتظامیہ کے اوپر لگائی کہ اس نے برمی مسلم فسادات کیلئے راہ ہموار کی تھی لیکن بحمدللہ اللہ کے فضل وکرم سے مسلمانوں نے بھی ان ایام میں بہت صبرو تحمل اور احتیاط سے کام لیا اور کسی بھی

اشتعال انگیزی سے گریز کیا ۔ الحمدللہ اس کے بعد سے مساجد پر حملے اور توڑپھوڑ کا زورتو ختم ہوگیا لیکن حکام کی نیتوں میں فتور ہوگیا، یہ تو تھی شر پسندوں کے متعلق مسلمانان برما کی مجمل اور مختصر روائیداد ، اس کی بعد ۲۹ اپریل ۹۷ء منگل اور بدھ کی درمیانی شب موجودہ انتظامیہ کے حکم پر رنگون میونسپلٹی کے کارکنوں نے برمیز نشریاتی ادارے (میانمابراڈکاسٹنگ) کے پیچھے مسلمانوں کی ایک بڑی آراضی ہیں ، اس اراضی کے احاطے میں سرفہرست دومسجدیں او وسیع قبرستان ہیں جو ھنٹاوڈی قبرستان کی نام سے مشہور ہیں ۔ شب کے ایک بجے قبرستان کی دیواروں کو بلڈوزروں سے توڑتے ہوئے مسجد کی احاطے تک پہنچ گئے اور مسجد کی ملحقہ دیوار کو بھی توڑدیا گیا ساتھ ہی اسی شب اب کا ارادہ مسجد بھی شہید کرنا تھا لیکن متولیان مسجد فوراً پہنچ گئے اور انہوں نے ان ظالموں کو اس سے باز رہنے کو کہا تو وہ لوگ اس وقت رک گئے لیکن حکام سے بات چیت کرنے کیلئے صرف سات دن کا وقفہ دیا ، اس دوران مسلمانوں نے انتظامیہ کی اعلیٰ حکام سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی اور یوں ۱۳ او ۱۴ مئی ۹۷ء منگل اور بدھ کی شب کی تاریکیوں میں ھنٹاوڈی کی ان دونوں مساجد کو بلڈوزروں سے شہید کردیا گیا ، اس دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے اس پورے علاقے کو سیل کردیا گیا تھا ، خاردار تاروں سے تمام ممکنہ راستوں پر بلوہ پولیس اور فوج کے اہلکار پہرہ دے رہے تھے ۔ شہر کے مختلف مقامات کے مسلمانوں نے ان کو اس کام سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن ان کو بلوہ پولیس نے ڈنڈوں سے مارا پیٹا اور کچھ کی گرفتاریاں عمل آئیں ۔ ۱۴ مئی ۹۷ء کی صبح ھنٹاوڈی کی مذکورہ زمین پر سوائے ملبے کے اور کچھ نہ تھا " اناللہ وانااليہ راجعون" ، یہ تھی مختصراً مسلمان برما کی حقیقی روائیداد آپ تمام سے اور خصوصاً حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتھم سے بھی خصوصی دعاکی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم اسلام او خصوصاً مسلمانان برما کی جان ومال ، عزت وآبرو ومساجد ومکاتب مقابر کی حفاظت فرمادیں ۔ آخر میں عزیز ومحترم حافظ راشدالحق سمیع صاحب سے بھی دعاؤں کی درخواست ہیں ۔ خط میں گستاخی ہوگئی ہوتو درگذر فرمایگا ، اس وقت حالات بہت نازک ہے ۔ مسلمانوں پر گرفتاریوں کا سلسلہ بڑی تیزی سے جاری ہے ۔ حکومت کے خلاف ایک پمفلٹ نکالنے کی وجہ سے جس میں یہ لکھا گیا تھا کہ مسلمانوں کی مساجد وغیرہم کو نقصان پہنچانے والا مجرم بے نقاب ہوگیا ہے ۔ اور وہ موجودہ انتظامیہ ہے ۔

ادبیات

غزل

مرزا اسداللہ خان غالبؒ اردو کے شہرہ آفاق شاعر ہیں ۔ شاعری کے حوالے سے آپ کی ذات کسی توصیف وتعریف کی محتاج نہیں ۔ آپ کے دوصدویں سالگرہ کی مناسبت سے آپ کی یہ غزل اہل ذوق حضرات کی نذر ہے ۔ (ادارہ)

ظلمت کدہ میں میرے شب غم کا جوش ہے　　اک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے
نے مژدہ وصال نہ نظارہ جمال　　مدت ہوئی کہ آشتی چشم و گوش ہے
مے نے کیا ہے حسن خود آرا کو بے حجاب　　اے شوق یاں اجازت تسلیم ہوش ہے
گوہر کو عقد گردن خوباں میں دیکھنا　　کیا اوج پر ستارہ گوہر فروش ہے
دیدار بادہ حوصلہ ساقی نگاہ مست　　بزم خیال میکدہ بے خروش ہے
اے تازہ واردان بساط ہوائے دل　　زنہار اگر تمھیں ہوس نائے ونوش ہے
دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو　　میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے
ساقی بجلوہ دشمن ایمان و آگہی　　مطرب بنغمہ رہزن تمکین و ہوش ہے
یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشہ بساط　　دامان باغبان وکف گلفروش ہے
لطف خرام ساقی و ذوق صدائے چنگ　　یہ جنت نگاہ وہ فردوس گوش ہے
یا صبحدم جو دیکھیے آکر تو بزم میں　　نے وہ سرور وشور نہ جوش وخروش ہے
داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی　　اک شمع رہ گئی ہے سووہ بھی خموش ہے
آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں　　غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے

تبصرہ کتب

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی مدرس دارالعلوم حقانیہ

ام کتاب :۔ منشور قرآن (مضامین قرآن کا سہ لسانی اشاریہ)۔ مؤلف :۔ عبدالحکیم ملک صاحب
ضخامت :۔ ۷۷۶ صفحات۔ قیمت :۔ ۵۵۰ روپے۔ ملنے کا پتہ :۔ عامر پبلیکشنز ۹ رحیم آباد ، پنجند روڈ مظفر گڑھ

ایک ایسی کوشش جس سے ایمان کو طراوت ایقان کو جلا اور روح کو بالیدگی ملتی ہے جناب عبدالحکیم ملک کی "منشور قرآن" ہے۔ موصوف نے حرمین شریفین کی عطر بیز فضاؤں میں جس اہم کاوش کیطرف دل ودماغ متوجہ کئے تھے بالآخر آپ کی یہ سترہ سالہ محنت شاقہ بار آور ثابت ہوئی اور نہ صرف امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا بلکہ وہ غیر مسلم جوکہ عربی یا اردو سے ناآشنا ہیں اور انگریزی سمجھتے ہیں ان کو بھی اس کتاب مبین پر غور وتدبر کیطرف دعوت دی۔ شان رحیمی سے یہ قوی امید ہے کہ موصوف کی یہ محنت آخرت میں ان کیلئے بہترین زاد کے طور پر قبول فرمائیں وہ کام جس کیلئے کئی ادارے مستقل اکیڈیمیاں اور جماعتیں درکار تھیں ملک صاحب نے تن تنہا انجام دیکر ایک عالم کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ زیر نظر کتاب درحقیقت مضامین قرآن کا سہ لسانی اشاریہ ہے جس کا عربی نام "موشورالقرآن" (اشارہ سے ماخوذ) اردو نام "منشور قرآن" اور انگریزی نام (Quranic Prism) ہے اس کا عربی متن قرآن کریم کے منظور شدہ نسخے سے لیا گیا ہے جبکہ اردو ترجمہ کیلئے مولانا تھانوی ، مولانا فتح محمد جالندھری اور مولانا مودودی کی اردو تفاسیر سے استفادہ کیا ہے اور انگریزی ترجمہ مارمادوک پکھتال سے مستعار ہے ، اس طرح فہم قرآن تک اس منشور قرآن کے ذریعہ رسائی سہل اور آسان ہوگئی ہے۔ "منشور قرآن" میں مصنف نے ایسا التزام کیا ہے کہ ہر موضوع کے متعلق مختلف قرآنی آیات مرکزی عنوان کے تحت جمع کردئے ہیں ہر آیت کے ساتھ نمبر پارہ اور سورۃ کا حوالہ بھی درج ہے تاکہ بوقت ضرورت تلاش وتتبع میں آسانی ہو۔ اور مزید تسہیل کیلئے مرتب نے دوسو ابواب کے ضمن میں دو ہزار ذیلی عنوانات اور تین سو متعلقہ حوالہ جات دئے ہیں ۔ اس طرح گویا یہ منشور قرآن عالمی سطح کی ریفرنس بک ہے۔

نام کتاب :۔ شمائل ترمذی اردو ترجمہ وشرح :۔ افادات :۔ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی
مرتب :۔ الحاج لعل دین ایم اے علوم اسلامیہ۔ صفحات :۔ ۵۰۸۔ قیمت :۔ ۱۳۰ روپے
ناشر :۔ مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج گوجرانوالہ

مجموعہ احادیث میں شعبہ شمائل انتہائی دلربا ، ایمان افرین اور روح پرور موضوع ہے۔ اس

لئے کہ اس میں محبوب کائنات سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدوخال ظاہری وباطنی سیرت وصورت نشست وبرخاست آپکی حالت امن وجنگ سونا، جاگنا، کھانا پینا، میل جول، آپکی ختم نبوت، مہرنبوت، آپ کی عمرمبارک اس میں پیش آمدہ واقعات وحالات، عسرت وتنگی، فتوحات لباس اور اشیاء استعمال، آپ کا مزاج ومذاق اور حسن معاشرت جیسے امور زیر بحث آئے ہیں اور ظاہر ہے کہ ہر انسان اپنے محبوب کے متعلق یہ سب کچھ جاننے کیلئے بے تاب وبے قرار ہوتا ہے۔ یہی شعبہ شمائل ہے جس میں حضوراکرمؐ کی زندگی کے ہر پہلو اور گوشے پر روشنی ڈالی گئی ہے اس موضوع پر علماء نے مختلف زبانوں میں مستقل تصانیف لکھی ہیں اور اس دلربا شعبہ کو اپنی جولانئ قلم کیلئے منتخب کیا ہے۔ شمائل کی ان تمام کتب میں شمائل ترمذی کو فوقیت حاصل ہے جوکہ صحت کے ساتھ ساتھ ہر لحاظ سے اعلیٰ اور اقدم ہے اور کافی عرصہ سے درس نظامی کے نصاب میں سبقاً سبقاً پڑھائی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ درجن کے قریب اس کی شروحات آئی ہیں۔ زیر نظر شرح از مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی مدظلہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ پہلی جلد صرف پچیس ابواب پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب درحقیقت صوفی صاحب کی وہ تقریر ہے جو انہوں نے دوران تدریس ۱۹۹۴ء میں دورہ حدیث کے طلبہ کو شمائل ترمذی پڑھاتے وقت فرمائی تھی پھر اس کو جناب الحاج لعل دین صاحب ایم اے نے بڑی عرقریزی سے صفحہ قرطاس پر منتقل کیا۔ مزید توضیحات میں القوسین آپ کے فاضل فرزند جناب مولانا محمد فیاض صاحب کی ہیں۔ جس سے کتاب کی اہمیت اور ثقاہت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ کتاب نہ صرف طلبہ دورہ حدیث کیلئے مفید ہے بلکہ تمام اردودان طبقہ اس سے استفادہ کرسکتا ہے۔ آسانی کی خاطر متعلقہ احادیث مع اعراب درج ہیں۔

نام کتاب :- جنت کے نظارے۔ ترجم :- مولاناحافظ عبدالقدوس خان قارن۔ صفحات :- ۴۵۶
قیمت :- ۱۸۰ روپے۔ ناشر :- مکتبہ صفدریہ گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

علامہ حافظ ابن قیم کی علمی جلالت اہل علم سے مخفی نہیں۔ آپ نے جنت اور اہل جنت کی متعلق تفاصیل اپنی کتاب " حادی الارواح الی بلادالافراح " میں انتہائی دلنشین انداز میں دی ہیں اپنے موضوع پر اتنی مفصل اور معلومات افزاء کتاب شاید اور نہیں۔ ۷۰ ابواب پر مشتمل اس مبسوط کتاب میں قرآن وحدیث کے حوالہ سے جنت اور اس کی نعمتوں کی تفصیل موجود ہے جس کے مطالعہ سے جنت کیطرف رغبت اور میلان پیدا ہوتا ہے اور پھر دل میں جہنم کی " تباہ کاریوں " سے بچنے کا شعور اجاگر ہونا فطری امر ہے۔ چونکہ اصل کتاب عربی میں تھی اور عام اردودان طبقہ اس سے

مستفیض اور مستفید نہیں ہوسکتا تھا اسی ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مترجم نے اس کو اردو کا جامہ پہنایا ۔ لیکن یہ کتاب نرا ترجمہ نہیں بلکہ اردو ادب کی چاشنی ، زبان وبیان اور روزمرہ ومحاورہ کی حلاوت نے اسکی تازگی میں مزید نکھار پیدا کی ہے ۔ زیر تبصرہ کتاب میں مترجم نے انتہائی عرقریزی اور دیدہ وری سے اصل عربی کتاب کا نچوڑ پیش کیا ہے ۔ قرآن پاک کے متن کو عربی میں نقل کرکے سورتوں اور آیتوں کے حوالہ جات اسی طرح احادیث کے حوالے بھی اصل مآخذ سے مراجعت کے بعد دیئے گئے ہیں ، جس سے کتاب کے معنوی حسن میں مزید نکھار پیدا ہوا ہے ۔ دیدہ زیب ٹائٹل اور غلطیوں سے پاک کمپیوٹرائزڈ کتابت کے باوجود قیمت انتہائی مناسب ہے ۔

کتاب کا نام :- البشیروالنذیر (ترجمہ الترغیب والترھیب) ۔ ترجم :- مولانا محمد عثمان ۔ صفحات :- ۲۷۰
قیمت :- ۱۰۰ روپے ۔ ناشر :- زم زم پبلشرز نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی ۔

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو احکام بھی سکھائے اور زندگی گزارنے کے اخلاق و اداب بھی بتلائے ۔ اعمال صالحہ کے اجروثواب سے بھی باخبر فرمایا اور اعمال سیئہ کے عذاب پر بھی متنبہ کیا ، پھر حضرات محدثین نے ان سب چیزوں کو اپنی کتابوں میں محفوظ کیا ۔ بعدازاں اپنے اپنے ذوق کے مطابق محدثین کرام نے اس ذخیرہ احادیث سے موضوعات کا انتخاب کیا ۔ انہیں محدثین میں حافظ ذکی الدین المنذری بھی ہیں ۔ انہوں نے فضائل اعمال کے متعلق احادیث جمع کرکے " الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف " نامی کتاب لکھی ، جوکہ عملی حلقوں میں کافی مشہور اور مقبول ہے ۔ زیر تبصرہ کتاب اسی کتاب کا اردوترجمہ ہے ۔ مترجم نے اس میں سلیس ردو ترجمہ کے ساتھ ساتھ بعض مواضع پر " فائدہ " کا عنوان دیکر متعلقہ حدیث اور بحث کی مزید وضیح کی ہے ۔ اس جلد میں کتاب الصلوۃ تک کے ابواب آئے ہیں ۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مترجم کو اسی عظیم کتاب کے ترجمہ کی تکمیل واتمام کی توفیق عطا فرمائے ۔ زم زم پبلیشرز نے حسب روایت یہ کتاب بھی صوری اور معنوی دونوں لحاظ سے بہترین انداز میں شائع کی ہے ۔

نام کتاب :- بخاری کی باتیں ۔ مرتب :- سید امین گیلانی ۔ صفحات :- ۱۴۶ ۔ قیمت :- ۸۰ روپے
ناشر :- مکتبہ محمودیہ گلی نمبر۷ ۔ شیرازپارک فیصل آباد ۔

امیرشریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نہ صرف میدان خطابت کے شہوار تھے بلکہ اپنی نکتہ آفرینی بذلہ سنجی اور بزم آرائی میں بھی اپنی مثال آپ تھے ۔ آپ کی باتوں میں بلا کی چاشنی تھی اور سننے والا اس کے سحر سے بآسانی نہیں نکل سکتا تھا ۔ زیر تبصرہ کتاب میں ملک کے مشہور انقلابی

شاعر سید امین گیلانی نے حضرت شاہ جی کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات کی یاد داشتیں ایسے والہانہ انداز میں مرتب کی ہیں کہ کتاب ایک ہی نشست میں ختم کئے بغیر اور کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ یہ کتاب یقیناً " شاہ جیات " میں ایک بہترین اور قابل قدر اضافہ ہے۔ اکابرین کے سوانح وارشادات کے ساتھ دلچسپی رکھنے والوں کیلئے یہ نایاب تحفہ سے کم نہیں۔ کتاب ظاہری ومعنوی دونوں کے لحاظ سے خوبصورت اور دیدہ زیب ہے۔

نام کتاب :- آپ فتویٰ کیسے دیں ؟۔ محشی ومترجم :- مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری
صفحات :- ۱۶۰۔ قیمت درج نہیں۔ ناشر :- مکتبہ نعمانیہ ۳۶ جی لانڈھی کراچی نمبر ۳۰

فتویٰ نویسی کے اصول وآداب اور قواعد وضوابط پر مشتمل علامہ محمد امین بن عابدین شامیؒ نے ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس کا عنوان ہے " شرح عقود رسم المفتی " دارالعلوم دیوبند کے استاذ حدیث حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری نے طلبہ کی سہولت کیخاطر اس رسالے کو اردو کے قالب میں ڈھالا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مفید حواشی، ضروری فوائد اور دیگر مختلف النوع عنوانات کے الحاق سے کتاب کی قدر وقیمت میں بیش بہا اضافہ ہوا ہے۔ فہرست کے ساتھ کتاب میں مذکورہ شخصیات اور کتابیات کا اشاریہ بھی دیا ہے۔ فتویٰ نویسی کیلئے امعان نظر اور عمق وتحقیق کی ضرورت کے ساتھ یہ ایک انتہائی نازک شعبہ بھی ہے اس لئے جبتک اس کے اصول وقواعد سے پوری شناسائی نہ ہو مسند افتاء پر بیٹھنا اپنے آپکو مصائب میں مبتلا کرتا ہے۔ علامہ شامیؒ کو اللہ تعالیٰ نے اس باب میں محیرالعقول صلاحیتوں سے نوازا ہے اس لئے افتاء اور فقہ میں تخصص کرنے والے طلبہ کو اس کتاب سے بھرپور استفادہ کرنا چاہئیے۔

نام کتاب :- مروجہ قضا عمری بدعت ہے۔ مترجم :- حافظ عبدالقدوس خان قارن۔ صفحات :- ۹۶
قیمت :- ۲۰ روپے۔ ملنے کا پتہ :- عمر اکادمی نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

بعض لوگ رمضان کے آخر جمعہ میں ایک نماز یا پانچ نمازیں اس نسبت سے پڑھتے ہیں کہ اس سے تمام فوت شدہ نمازوں کی قضا ہو جاتی ہے۔ اس کو " قضا عمری " کہتے ہیں۔ بعض علاقوں میں اب بھی یہ بدعت شنیعہ جاری ہے۔ حضرت علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے اس بدعت کی قباحت پر ایک رسالہ بعنوان " ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعہ رمضان " تصنیف فرمایا تھا۔ زیر تبصرہ رسالہ درحقیقت اسی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ نیز اس رسالہ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کس طبقہ کے فقہا اور کن کتابوں سے فتویٰ دینا جائز ہے، علاوہ ازیں موضوع احادیث کی بعض علامات بھی بتائی گئی ہیں سہولت کی خاطر اصل متن بھی شامل کتاب ہے۔

The First Name in Bicycles, brings ANOTHER FIRST

SOHRAB VIP SPORTS

Sohrab, the leading national bicycle makers now introduce the last word in style, in elegance, in comfort... absolutely the last word in bicycles.

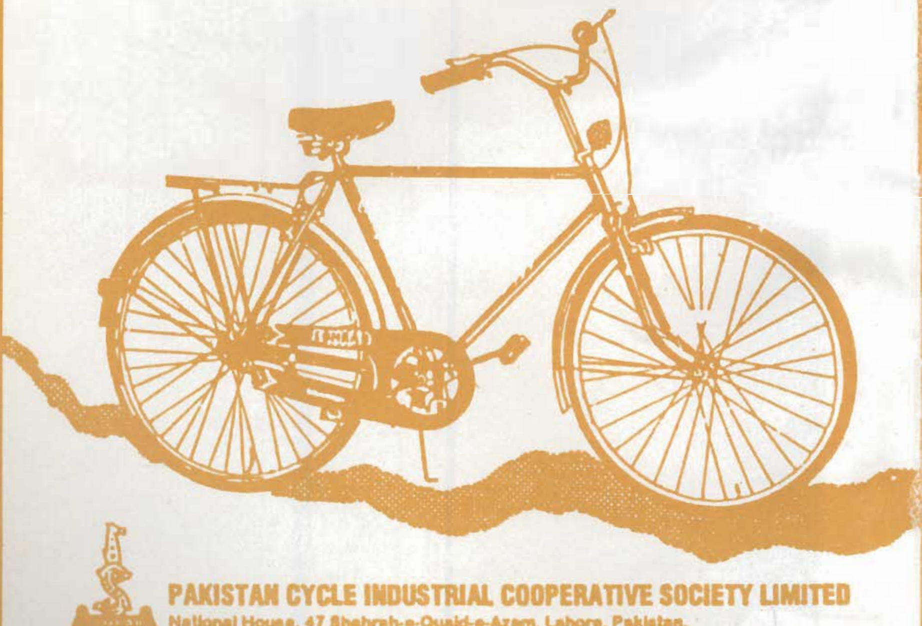

PAKISTAN CYCLE INDUSTRIAL COOPERATIVE SOCIETY LIMITED

National House, 47 Shahrah-e-Quaid-e-Azam, Lahore, Pakistan.

Tel: 7321026-8 (3 lines). Telex: 44742 CYCLE PK. Fax: 7235143. Cable: BIKE

Regd. No. P - 90 Monthly "AL-HAQ" Akora Khattak

دانت دُرست "تَن" دُرست

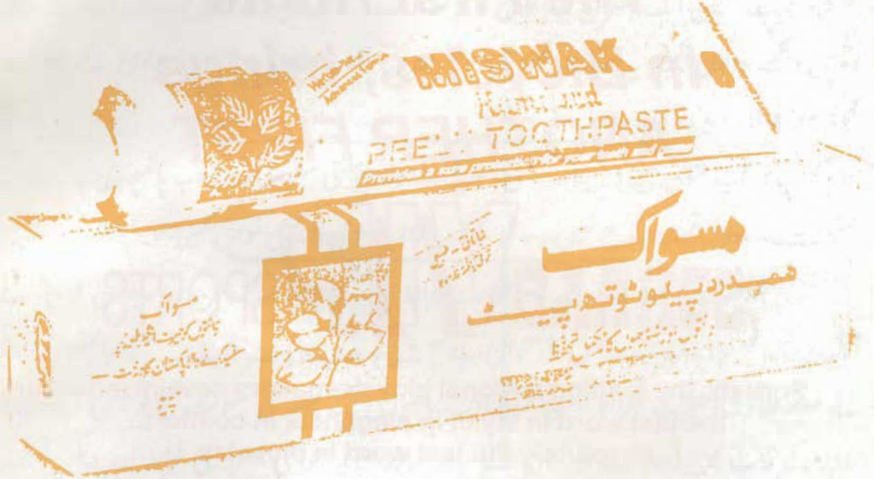

دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی صحت کے لیے انتہائی موثّر نباتاتی

مسواک ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ

اچھی صحت کا دار و مدار صحت مند دانتوں پر ہے۔ اگر دانت خراب ہوں یا عدم توجہی کے باعث گر جائیں تو انسان دُنیا کی بہت سی نعمتوں اور لذّتوں سے لُطف اندوز نہیں ہو سکتا۔ زمانۂ قدیم سے صحتِ دندان کے لیے انسان درختوں کی شاخیں بطور مسواک استعمال کرتا آیا ہے۔ ہمدرد نے تحقیق و تجربات کے بعد دار چینی، لونگ، الائچی اور صحتِ دہن کے لیے دیگر مفید نباتات کے اضافے کے ساتھ "مسواک ٹوتھ پیسٹ" تیار کیا ہے جو دانتوں کو صاف اور سفید رکھنے کے ساتھ مسوڑھوں کو بھی مضبوط، صحت مند اور محفوظ رکھتا ہے۔

سارے گھر کا ٹوتھ پیسٹ
مسواک ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ
مسواک کے قدرتی خواص صحتِ دنداں کی مضبوط اَساس

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ: تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ

Adaris-HMPT-22/95